اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ القرآن

اسلامی صحافت کا معمار

ہفت روزہ

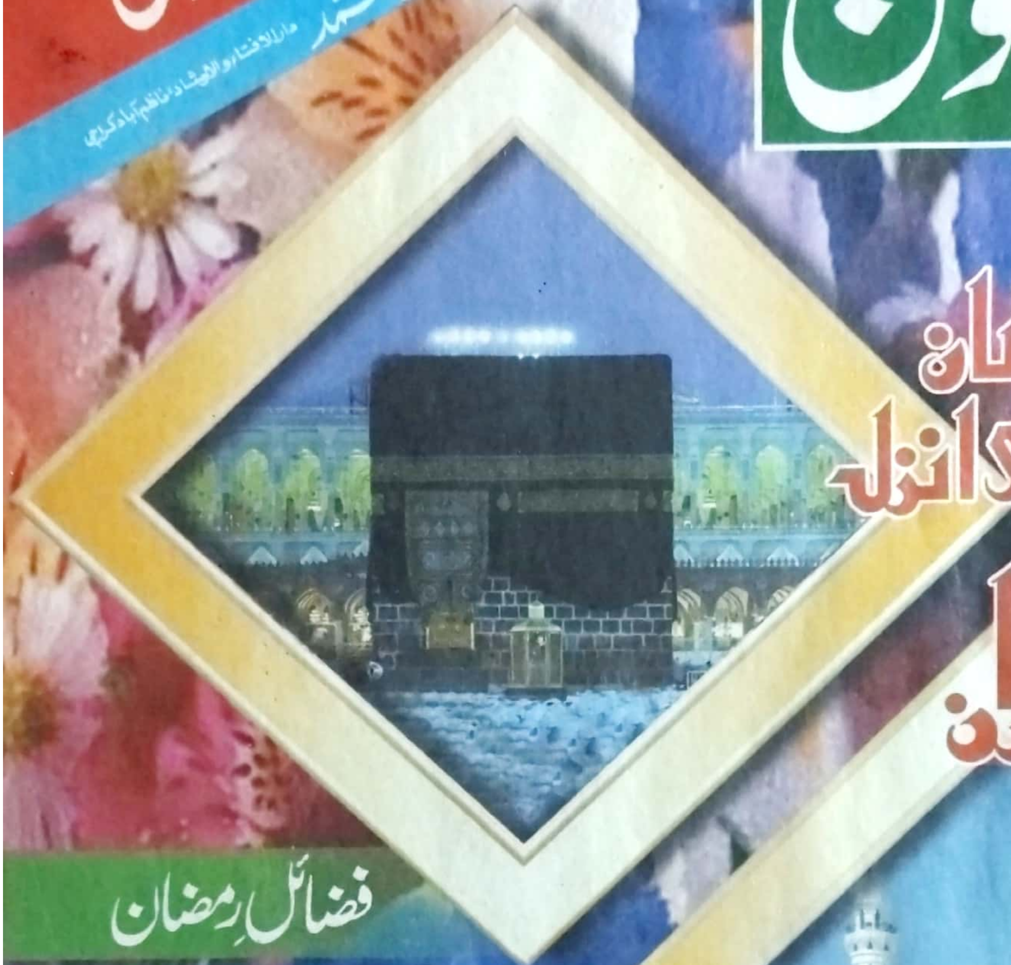
ضربِ مومن

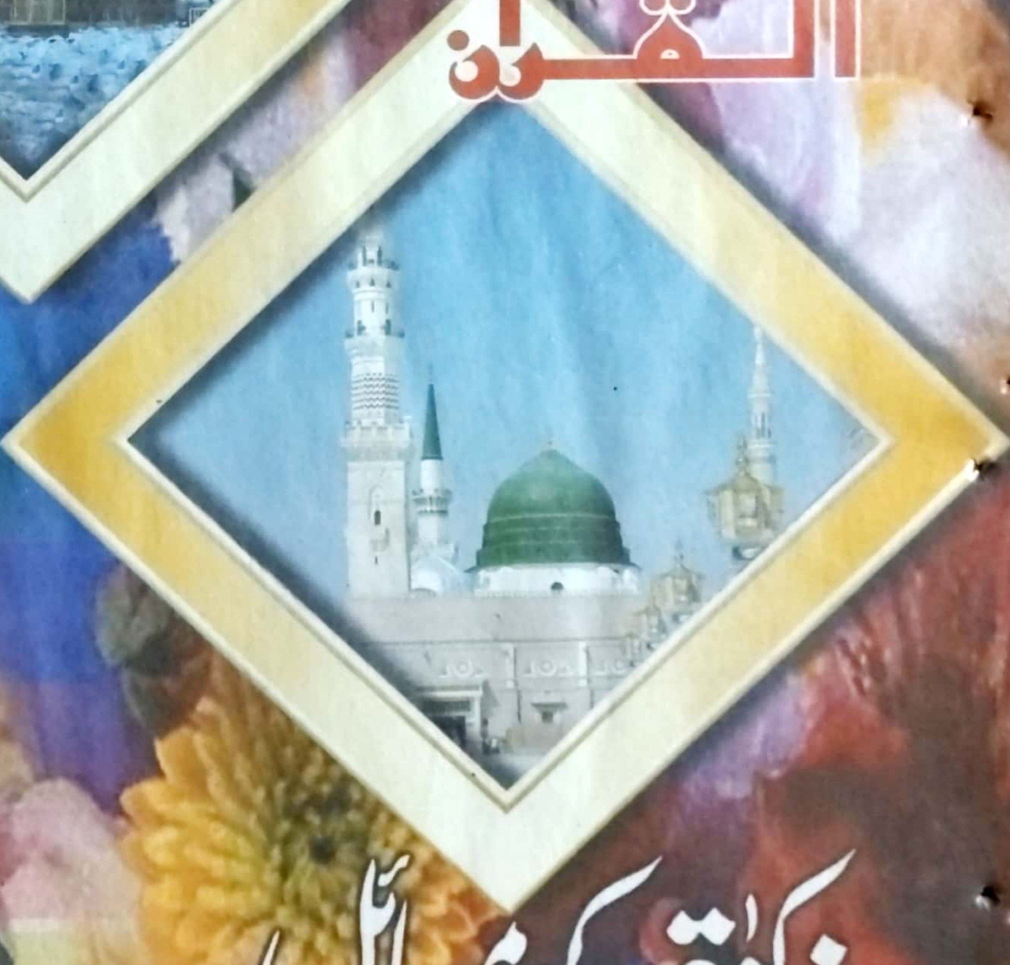
کراچی

اشاعتِ خصوصی

ترتیب و پیشکش، مفتی محمد
دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن





فضائلِ رمضان

سحر و افطار

مکروہاتِ روزہ

روزہ کے متفرق مسائل

تراویح کے مسائل

اعتکاف

لیلۃ القدر

زکوٰۃ کے مسائل

فضائلِ رمضان

روزہ دار کے مُنہ کی بومشک سے زیادہ پسندیدہ ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن آدم کے ہر نیک عمل کا اجر وثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''روزہ اس سے مستثنیٰ ہے، اس لئے کہ وہ خاص میرے لئے ہے اور میں خود (اپنے شایان شان) اس کا بدلہ دوں گا کہ روزہ دار میری ہی خاطر نفسانی خواہشات اور کھانے پینے کو قربان کرتا ہے۔''

روزہ دار کیلئے دو فرحتیں ہیں، ایک فرحت افطار کے وقت ملتی ہے اور دُوسری فرحت اپنے رب سے ملاقات کے وقت نصیب ہوگی اور روزہ دار کے مُنہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ پسندیدہ ہے۔ (صحاح ستہ)

روزہ گناہوں کی معافی کا ذریعہ:

رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا، اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ (بخاری واحمد)

رمضان میں شیاطین قید ہوجاتے ہیں:

ماہِ رمضان شروع ہوتے ہی جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

روزہ دار کیلئے جنت کا مخصوص دروازہ:

جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ''باب الرّیّان'' کہا جاتا ہے، روزہ داروں کو اس طرف بلایا جائے گا (کہ اس دروازہ سے جنت میں داخل ہوں) چنانچہ تمام روزہ دار اس سے داخل ہوں گے اور جو اس سے داخل ہوگیا، وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

(بخاری ومسلم)

افطار کرانے والے کو ثواب:

جس نے کسی روزہ دار کو افطار کرایا اسے بھی روزہ دار جتنا ہی اجر ملے گا، لیکن روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہ آئے گی۔

(ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

روزہ توڑنے پر وعید:

جو شخص (قصداً) بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کا روزہ افطار کردے، غیر رمضان میں چاہے عُمر بھر روزے رکھے اس کا بدل نہیں ہوسکتے۔ (ترمذی، ابوداود، احمد، ابن ماجہ)

یہ فضائل کیسے حاصل ہوں گے:

1 روزہ کے جتنے فضائل سطور بالا میں بیان کئے گئے ہیں، ان کے حصول کی لازمی شرط یہ ہے کہ روزہ ہر قسم کے منکرات و معاصی اور بدعات سے اجتناب کے ساتھ رکھا جائے، زبان، کان، ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک اور قلب و دماغ اطاعت سے معمور اور معصیت سے مجتنب ہوں۔ کسب معاش، معاملات، معاشرت غرض حقوق اللہ وحقوق العباد کے ہر شعبے میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بچنے بچانے کی کوشش ہو۔

روزہ وہ عظیم الشان عبادت ہے کہ قرآن کریم نے اسے تقویٰ یعنی ترکِ معاصی کا نسخہ قرار دیا ہے، مگر کتنے مسلمان ہیں جو پچاس پچاس، ساٹھ ساٹھ سال سے رمضان کے روزے رکھ رہے ہیں، لیکن ان کی زندگی میں کوئی نمایاں تبدیلی نظر نہیں آتی، جو گناہ ان کی زندگی میں تھے، وہ سالوں روزے رکھنے کے باوجود جوں کے توں ہیں، اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ آج کل کے مُسلمان روزے سے گناہ چھوڑنے کا قصد و نیت ہی نہیں کرتے اور گناہوں سے اجتناب کے اہتمام کے ساتھ روزہ رکھتے ہی نہیں، جو باطنی امراض سے حصولِ شفاء کیلئے شرط لازم ہے۔ ایسے لوگوں کا روزہ گو جمہور علماء کی رائے کے مطابق ذمہ سے سقوطِ فرض کا ذریعہ بن جائے گا مگر اس سے کوئی فضیلت اور ثواب حاصل نہیں ہوگا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص روزہ رکھ کر بھی جھوٹے کردار و گفتار سے باز نہ آیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے سے کوئی غرض نہیں۔'' (بخاری)

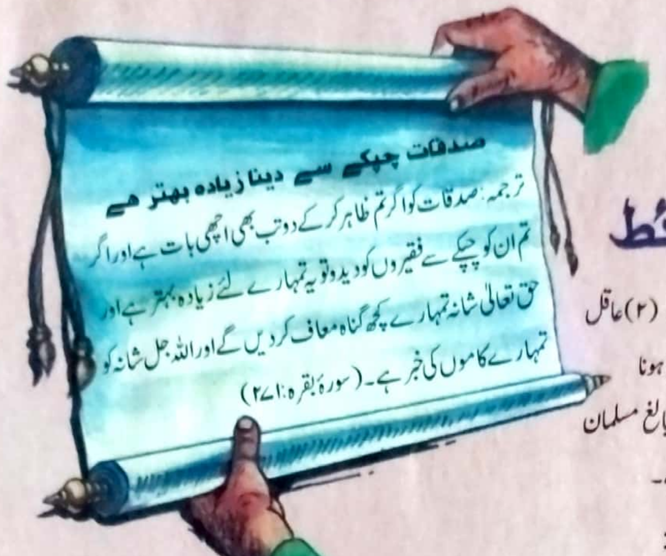
بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کیلئے روزہ کا ثمرہ بجز بھوکا رہنے کیلئے اور کچھ نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں جن کیلئے شب بیداری کا بدلہ سوائے جاگنے کے اور کچھ نہیں۔

2 دورِ حاضر میں عموماً فضائل کے بیان پر خوب زور دیا جاتا ہے اور فضائل کے حصول کے موانع اور وعیدوں کا ذکر بہت کم ہوتا ہے، جس سے عوام کا نظریہ بن جاتا ہے کہ خوب گناہ کئے جاؤ، روزوں سے، لیلۃ القدر سے یا فلاں عملِ صالح سے سب اگلے پچھلے گناہ معاف ہوجائیں گے۔ اس بارے یہ حقیقت اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ جن روایات میں رمضان کے روزوں، شب قدر کی عبادت یا کسی بھی عمل صالح سے گناہوں کی معافی کا ذکر ہے، علماء کے نزدیک اس سے مراد صغیرہ گناہوں کی معافی ہے۔ ٹی وی، وی سی آر، گانا بجانا، بلاضرورت تصویر بنانا یا گھر میں رکھنا، غیبت کرنا یا سننا، ڈاڑھی منڈانا یا کٹانا، عورتوں کا شرعی پردہ نہ کرنا، مردوں کا ٹخنے ڈھانکنا، بنک انشورنس یا کسی بھی حرام ذریعہ سے کمائی کرنا اور ایسے لوگوں کی دعوتیں اور ہدیے قبول کرنا، بدعات اور قبیح رسوم کی پابندی، ناجائز طریقے سے خرید وفروخت، حقوق العباد اور فرائض و واجبات اداء کرنے میں کوتاہی جیسے کبیرہ گناہوں سے جب تک صدقِ دل سے توبہ واستغفار اور آئندہ اجتناب کا عزم مصمم نہ کیا جائے، وہ محض کسی عمل صالح سے معاف نہیں ہوتے۔

اس بناء پر ہر مُسلمان پر لازم ہے کہ ماہِ مقدس کے آغاز ہی سے ہر قسم کے گناہوں سے کلیۃً احتراز کرے اور جن گناہوں کی عادت پختہ ہوگئی ہے، ان کو ہمیشہ کیلئے چھوڑنے کی نیت کے استحضار کے ساتھ روزے رکھے، اگر اس اہتمام کے ساتھ رمضان کے مبارک مہینے کا مختصر سا وقت گذارا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ نفس کی اصلاح نہ ہو اور دُنیا و آخرت کو تباہ کرنے والے مہلک امراض اور معاصی سے نجات نہ ملے۔ اللہ تعالیٰ کا بیان کردہ نسخہ کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔



• حقیقت
• نفسِ فرضیت
• وجوب ادا وصحت ادا کی شرائط



حقیقت:

روزہ کی حقیقت مخصوص شرائط کی رعایت کے ساتھ صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور بیوی کے پاس جانے سے رکے رہنا ہے۔ (ہدایہ: ۱۹۱/۱، بدائع الصنائع)

نفسِ فرضیت:

روزہ ارکان اسلام میں سے ایک بنیادی رکن ہے، جس کی فرضیت قرآن وسنت، اجماع امت اور عقل و درایت سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے۔ نفس فرضیت کی تین شرائط ہیں:

(۱) مسلمان ہونا (۲) عاقل ہونا (۳) بالغ ہونا

چنانچہ ہر عاقل بالغ مسلمان پر روزہ فرض ہے۔

وجوب اداء:

رمضان ہی میں ادائیگی کے فرض ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں:

(۱) تندرست ہونا (۳) مقیم ہونا

لہٰذا مریض اور مسافر چاہیں تو رمضان میں اداء کرنے کی بجائے بعد میں قضاء بھی رکھ سکتے ہیں۔

صحت اداء:

صحت روزہ کے لئے دو شرطیں ہیں:

(۱) حیض ونفاس سے پاک ہونا

(۲) نیت کرنا

نیت سے متعلق مسائل

نیت بس اس حد تک کافی ہے کہ دل میں اسے معلوم ہو کہ فلاں روزہ مثلاً رمضان کا یا نذر کا رکھ رہا ہوں بلکہ روزہ کا تذکرہ کئے بغیر صرف سحری کھالے تو یہ بھی نیت کے قائم مقام ہے۔

البتہ اگر سحری کھاتے ہوئی نیت کرلی کہ صبح روزہ نہ رکھوں گا تو یہ کھانا روزہ کی نیت کے قائم مقام نہ ہوگا۔

☆ اگر رات کو روزہ کی نیت کرلی، پھر نیت بدل گئی اور پختہ ارادہ کرلیا کہ روزہ نہیں رکھنا تو روزہ کی نیت باطل ہوگئی، اب تجدید نیت کے بغیر یونہی بھوکا پیاسا دن گذار دیا تو روزہ نہیں ہوا۔

☆ روزہ رکھنے کے بعد دل میں توڑنے کی نیت کرلی تو روزہ نہ ٹوٹے گا جب تک کہ کوئی بات روزہ کو توڑنے والی صادر نہ ہو۔

☆ اگر رات کو روزہ کی نیت کر کے سو گیا پھر صبح ہونے سے پہلے اٹھ کر کچھ کھا پی لیا تب بھی نیت میں کوئی خلل نہ آئے گا اور روزہ صحیح ہوجائے گا۔

(خلاصۃ الفتاویٰ: ۲۵۱/۱، عالمگیریہ: ۱۵۵/۱)

☆ ماہ رمضان میں ہر روزہ کی الگ الگ نیت کرنا ضروری ہے اگر شروع رمضان میں ہی نیت کرلی کہ پورے مہینے کے روزے رکھوں گا تو یہ نیت صرف پہلے روزے کی حد تک معتبر ہے۔

اور نیت کا وقت غروب آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے اس سے پہلے نیت کی نیت کا اعتبار نہیں۔

☆ اگر کوئی شخص رمضان، نذر معین یا نفل روزہ رکھنا چاہتا ہے تو افضل یہ ہے کہ رات ہی سے ہر ایک کی تعیین کر کے نیت کرلے، لیکن اگر رات سے نیت نہ کی تو نصف النہار (دوپہر) سے پہلے پہلے بھی نیت کر سکتا ہے، جبکہ ابھی تک کچھ کھایا پیا نہ ہو۔ روزہ رکھنے والا خواہ مسافر ہو یا مقیم، تندرست ہو یا بیمار، لیکن دن میں نیت کرنے والا یہ نیت کرے کہ شروع دن (صبح صادق) سے میرا روزہ ہے، اس کی بجائے اگر یوں نیت کی کہ اس وقت سے میرا روزہ ہے تو روزہ نہ ہوگا۔

☆ اگر کسی نے رمضان، نذر معین یا نفل روزہ میں تعیین کے بغیر مطلق روزہ کی نیت کرلی، یعنی صرف یہ نیت کی کہ آج میرا روزہ ہے، یا نفل روزہ کی نیت کی تو بھی جائز ہے۔ یعنی رمضان ہونے کی صورت میں رمضان ہی کا روزہ شمار ہوگا اور نذر معین ہونے کی صورت میں نذر ہی کا روزہ شمار ہوگا۔

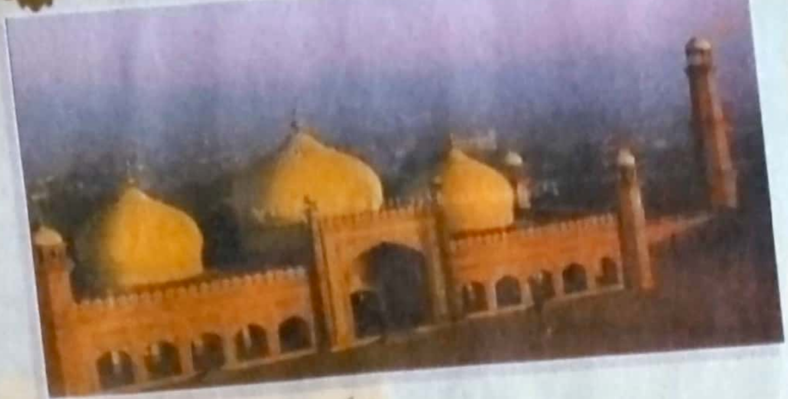
اگر رمضان میں کسی پر بے ہوشی طاری ہوگئی یا جنون لاحق ہوا پھر نصف النہار سے پہلے پہلے ہوش میں آکر روزہ کی نیت کرلی تو روزہ درست ہے۔

یہ حکم ان تینوں قسم کے روزوں کی اداء کا تھا، ان کی قضاء اور روزہ کی بقیہ تمام اقسام (کفارات یعنی قسم کا کفارہ، روزہ کا کفارہ، ظہار کا کفارہ، قتل کا کفارہ اور نذر مطلق) میں ہر روزہ کی متعین طور پر نیت کرنا اور رات سے نیت کرنا ضروری ہے۔ اگر ان میں سے کسی روزہ کی نیت صبح صادق کے بعد کی یا مطلق روزہ کی نیت کی یا نفل روزہ کی نیت کی تو وہ نفل روزہ ہوگا جسے پورا کرنا مستحب ہے اور توڑنے پر قضا نہیں۔ (عالمگیریہ: ۱۹۵/۱، طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح: ۳۲۵)

نصف النہار کا مطلب:

سوال: روزہ کی نیت کا وقت نصف النہار شرعی تک ہے، مگر بعض کتابوں میں دوپہر سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے لکھا ہے اور بعض میں ایک گھنٹہ پہلے، ان میں سے کونسی بات صحیح ہے؟ نصف النہار شرعی کس وقت ہوتا ہے؟ (مظہر اقبال۔ لاہور)

جواب: صبح صادق سے غروب آفتاب تک کل وقت کے نصف کو نصف النہار شرعی کہا جاتا ہے، مثلاً صبح صادق چھ بجے ہو اور غروب چھ بجے ہو تو نصف النہار بارہ بجے ہوگا، اس سے پہلے پہلے نیت کی جاسکتی ہے۔ اس وقت کی مقدار ہر موسم میں اور ہر مقام میں مختلف ہوتی ہے، اس لئے کوئی مقدار گھنٹوں سے متعین نہیں کی جاسکتی، ضابطہ مذکورہ کے مطابق عمل کیا جائے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم



سحری کھانا سنت ہے:

سحری کھانا سنت ہے، اگر بھوک نہ ہو اور کھانا نہ کھائے تو کم سے کم دو تین چھوارے ہی کھالے یا کوئی اور چیز تھوڑی بہت کھالے، کچھ نہ سہی تو تھوڑا سا پانی ہی پی لے۔

سحری میں آنکھ نہ کھلی:

اگر رات کو سحری کھانے کے لئے آنکھ نہ کھلی، سب کے سب سو گئے تو بغیر سحری کھائے صبح کو روزہ رکھنا ضروری ہے، سحری چھوٹ جانے سے روزہ چھوڑ دینا بڑی کم ہمتی کی بات ہے اور بڑا گناہ ہے۔

مشتبہ وقت میں سحری کھانا:

اگر اتنی دیر ہوگئی کہ صبح ہوجانے کا شبہ پڑ گیا تو اب کچھ کھانا مکروہ ہے اور اگر ایسے وقت کچھ کھا پی لیا تو برا کیا اور گناہ ہوا۔ پھر اگر معلوم ہوگیا کہ اس وقت صبح ہوگئی تھی تو اس روزہ کی قضاء رکھے اور اگر کچھ معلوم نہ ہو، شبہہ ہی شبہہ رہ جائے تو قضاء رکھنا واجب نہیں، لیکن احتیاط کی بات یہ ہے کہ اس کی قضاء رکھ لے۔

روزہ کس چیز سے افطار کیا جائے۔

چھوارے سے روزہ کھولنا بہتر ہے یا اور کوئی میٹھی چیز ہو اس سے کھولے، وہ بھی نہ ہو تو پانی سے افطار کرے، بعض لوگ نمک کی کنکری سے افطار کرتے ہیں اور اس میں ثواب سمجھتے ہیں، یہ غلط عقیدہ ہے۔

ان چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

(۱) بھول کر کھاپی لینا:

بھول کر کھانے پینے یا جماع کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ فرض و واجب روزہ ہو یا نفل، مگر کسی کو یاد دلایا گیا کہ تو روزہ دار ہے، پھر بھی اسے یاد نہ آیا اور کھاتا پیتا رہا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس صورت میں صرف قضاء ہے کفارہ نہیں۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ کسی کو کھاتے پیتے دیکھ کر روزہ یاد دلانا ضروری ہے یا نہیں؟ تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ روزہ دار اس قدر کمزور اور لاغر ہے کہ یاد دلانے پر کھانا تو چھوڑ دے گا مگر کمزوری بڑھ جائے گی اور روزہ پورا کرنا بھی دشوار ہوگا تو یاد نہ دلانا بہتر ہے اور قوی ہو تو یاد دلانا واجب ہے۔ (فتح القدیر ص ۲۵۴ ج ۲، ردالمحتار ۴۹ ج ۲)

(۲) خوشبو اور دھواں:

کسی قسم کی خوشبو خواہ وہ کتنی ہی تیز ہو سونگھنے سے روزہ نہیں جاتا، اسی طرح گرد و غبار مکھی یا کسی قسم کا دھواں بے اختیار حلق میں اتر جائے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا گو کہ روزہ یاد ہو۔ ہاں! اگر اپنے قصد و اختیار سے دھواں پہنچایا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، مثلاً از خود جلتی سگریٹ، لوبان، اگربتی وغیرہ کے قریب آ کر ان کا دھواں لیتا رہا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ (ردالمحتار ص ۳۹۵ ج ۲ و عامۃ الکتب)

(۳) سرمہ اور تیل وغیرہ:

روزہ میں سرمہ (یا آنکھ کی کوئی دوا) ڈالنا اور ڈاڑھی مونچھوں پر تیل لگانا بھی بلا کراہت جائز ہے، اگرچہ ان کا مزہ حلق میں محسوس ہو یا تھوک میں سرمہ کا رنگ بھی دکھائی دے، جب کہ یہ چیزیں ضرورت کے تحت استعمال کی جائیں اور مقصد زینت و زیبائش نہ ہو، ورنہ ان کا استعمال مکروہ ہوگا۔ اسی طرح پچھنے لگوانے میں بھی کراہت نہیں بشرطیکہ کمزوری لاحق ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

(۴) مسواک:

مسواک جیسے بغیر روزہ کے ہر وضو میں سنت ہے یونہی روزہ میں بھی سنت ہے، خواہ صبح استعمال کی جائے یا شام کو اور خواہ تر ہو یا خشک اور مسواک کرتے ہوئے اس کا کوئی ریشہ بے اختیار حلق میں چلا جائے تو اس سے روزہ نہ ٹوٹے گا۔ (کذا فی احسن الفتاویٰ ص ۴۴۵ ج ۴)

(۵) کلی وغیرہ:

اسی طرح وضو کی ضرورت کے بغیر ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے کلی کرنا، ناک میں پانی چڑھانا، غسل کرنا، گیلا کپڑا بدن پر لپیٹنا بلا کراہت جائز ہے جبکہ مقصد صرف ٹھنڈک حاصل کرنا ہو، بے صبری اور پریشانی ظاہر کرنے کے لئے یہ کام مکروہ ہیں۔ (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۷۲ و عامۃ الکتب)

(۶) ان تمام صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹے گا:

کوئی دواء، کوٹی اور اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا، یا ہلیلہ یا اور کوئی چیز منہ میں چوستا رہا مگر اس کا کوئی جزء حلق میں نہیں اترا یا کان میں پانی پڑ گیا یا خود ڈالا یا تنکا لے کر کان کھجایا اور اسے میل لگ گئی اور اسی میل سمیت دوبارہ بار بار کان میں ڈالا۔ یا دانتوں کے درمیان چنے سے کم مقدار کی کوئی چیز پھنسی رہ گئی اسے نگل گیا یا دانتوں سے خون نکل کر حلق تک پہنچا اور پیٹ تک نہ پہنچا، یا پیٹ میں پہنچ گیا مگر تھوک اس پر غالب تھا یا ناک کی رطوبت سرک کر حلق میں لے گیا اور وہ پیٹ میں اتر گئی یا منہ کی رال اور بلغم اسی طرح نگل گیا، خواہ یہ چیزیں اندر ہی اندر نگل لیں یا ناک اور منہ سے باہر نکل کر بہنے لگیں لیکن دھار ٹوٹنے نہ پائی تھی کہ نگل لیں یا گفتگو کرتے ہوئے ہونٹ لعاب سے تر ہوگئے اور اسے زبان سے چاٹ کر نگل لیا یا تل یا اس جیسی خفیف سی چیز منہ میں ڈال کر چبائی اور وہ حلق میں اتر گئی مگر اس کا مزہ محسوس نہ ہوا تو ان تمام صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹا۔ (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۶۲، ردالمحتار ص ۳۹۷ ج ۲)

صبح صادق سے پہلے پان کھا کر منہ اچھی طرح صاف کرلیا مگر صبح ہونے کے بعد بھی پان کی سرخی تھوک میں دکھائی دیتی ہے تو تھوک نگلنے سے روزہ نہ ٹوٹے گا۔ (معالم التنزیل ص ۱۳۹ ج ۴)

(۷) انجکشن:

انجکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اس لئے کہ انجکشن کے ذریعہ دوا جوف عروق میں پہنچائی جاتی ہے اور خون کے ساتھ شرائین یا وریدوں میں اس کا سریان ہوتا ہے، جوف دماغ یا جوف بطن میں دوا نہیں پہنچتی اگر پہنچتی بھی ہے تو وریدوں اور مسامات کے ذریعہ پہنچتی ہے اور فساد صوم کے لئے مفطر کا جوف دماغ یا جوف بطن میں بذریعہ منفذ اصلی پہنچنا ضروری ہے، مطلقاً کسی عضو کے جوف میں یا عروق (شرائین اور وریدوں) کے جوف میں پہنچنا مفسد صوم نہیں، لہٰذا انجکشن کے ذریعے سے جو دوا بدن میں پہنچائی جاتی ہے مفسد صوم نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۱۴۵ ج ۲، امداد المفتین ص ۴۸۹)

(۱) روزہ یاد تھا خطاً کوئی چیز کھا پی لی یا زبردستی کھلا دی گئی:

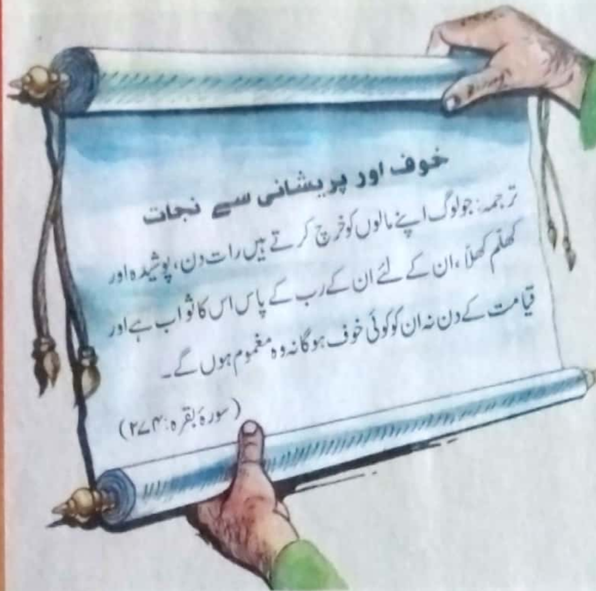
روزہ یاد تھا مگر کلی کرتے ہوئے یا ناک میں پانی چڑھاتے ہوئے بے اختیار کچھ پانی حلق سے اتر گیا یا نیند میں کسی نے پانی منہ میں ڈال دیا اور پی گیا یا کھانے پینے اور جماع پر مجبور ہو گیا یعنی روزہ توڑنے کی صورت میں جان سے مار دینے یا کسی عضو کے تلف کر دینے یا کسی بڑے صدمے سے دوچار کرنے کی دھمکی دی گئی اور اس نے روزہ توڑ دیا، یا بھول کر کھا پی لیا یا جماع کر لیا یا احتلام ہو گیا یا نظر شہوت سے دیکھ کر انزال ہو گیا یا قے ہوئی اور ان صورتوں میں اس نے یہ گمان کر کے کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا قصداً کھا پی لیا یا جماع کر لیا تو ان تمام صورتوں میں روزہ ٹوٹ گیا جس کی قضاء میں صرف ایک روزہ رکھنا فرض ہے۔

(۲) قے کی صرف دو صورتیں مفسد صوم ہیں:

قے کی بہت ساری صورتیں ہیں، ان میں سے صرف دو صورتوں میں روزہ ٹوٹتا ہے، ایک یہ کہ قصداً منہ بھر کر قے کی، خواہ باہر پھینک دے یا منہ میں لوٹا لے، دوسری صورت یہ ہے کہ بے اختیار منہ بھر کر قے آئی اور اس نے قصداً منہ میں لوٹا لی اگرچہ چنے کے برابر ہی لوٹائی ہو، ان دونوں صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضاء واجب ہو جاتی ہے بشرطیکہ قے کرتے وقت روزہ یاد ہو اور قے میں بھی کھانا یا پانی یا صفراء یا خون آئے، بلغم نکلنے سے کسی صورت میں روزہ نہیں جاتا۔

ان دو صورتوں کے سوا قے کی جتنی صورتیں ہیں کسی میں روزہ نہیں ٹوٹتا، مثلاً قصداً قے کی اور منہ بھر کر نہ آئی یا بے اختیار آئی مگر منہ بھر سے کم تھی یا منہ بھر تھی مگر لوٹائی نہیں، خواہ وہ باہر نکل آئی یا بے اختیار لوٹ گئی یا لوٹا لی مگر چنے کی مقدار سے بھی کم یا قصداً منہ بھر قے کی یا بلا قصد منہ بھر آئی اور لوٹا لی لیکن روزہ دار ہونا یاد نہ تھا تو ان تمام صورتوں میں روزہ نہ ٹوٹا۔ (قاضی خان علی ہامش الہندیہ ص ۲۱۱ ج ۱، ردالمحتار ص ۴۱۴ ج ۲)

☆ اگر ایک مجلس میں قصداً بار بار قے کی جس کا مجموعہ منہ بھر کی مقدار کو پہنچ گیا تو روزہ ٹوٹ گیا اور مجموعی مقدار اس سے کم ہو یا کئی مجالس میں اتنی قے کی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (فتح القدیر ص ۲۶۰ وغیرہ)



(۳) جن صورتوں میں روزہ ٹوٹنے کے باوجود غروب تک کچھ کھانا پینا درست نہیں:

کسی نے رات کے گمان میں سحری کھائی حالانکہ صبح ہو چکی تھی یا غروب کے گمان میں افطار کر لیا حالانکہ دن ابھی باقی تھا یا مسافر دن میں سفر سے لوٹ آیا یا عورت دن میں حیض و نفاس سے پاک ہو گئی یا مجنون کو دن میں افاقہ ہو گیا یا کسی کا روزہ ٹوٹ گیا خواہ جبراً تڑوا دیا گیا یا غلطی سے پانی وغیرہ حلق میں اتر گیا یا کافر دن میں مسلمان ہو گیا یا نابالغ بالغ ہو گیا تو ان تمام صورتوں میں دن کا بقیہ حصہ بغیر کھائے پیے روزہ داروں کی طرح گذارنا واجب ہے اور آخر کے دو شخصوں (نو مسلم، نو بالغ) کے سوا بقیہ تمام لوگوں پر اس روزہ کی قضاء بھی واجب ہے اگر بچے نے بلوغ کے بعد نصف النہار سے پہلے روزہ کی نیت کر لی، جبکہ ابھی تک کچھ کھایا پیا نہ ہو تو اس کا نفل روزہ ہو جائے گا، عورت صبح صادق کے بعد پاک ہو کر روزہ کی نیت کر لے یا کافر مسلمان ہونے کے بعد نیت کر لے تو اس کا روزہ نہ ہوگا نہ فرض نہ نفل۔ (البحر الرائق ص ۲۸۸ ج ۲، ردالمحتار: ۳۸۴۔ ج ۴، طبع دار المعرفۃ)



مکروہات روزہ

بلا عذر کوئی چیز چکھنا یا چبانا:

بلا عذر زبان سے کوئی چیز چکھنا یا منہ میں رکھ کر چبانا روزہ دار کے لئے مکروہ ہے، اگر عذر سے چکھے مثلاً کسی عورت کا خاوند بد مزاج ہے اور عورت کو ڈر ہے کہ اگر سالن میں نمک کم وبیش ہو گیا تو خاوند بگڑ جائے گا تو زبان سے چکھنے میں کراہت نہیں۔

اسی طرح عورت کا چھوٹے بچے کو بلا عذر کوئی چیز چبا کر کھلانا بھی مکروہ ہے، لیکن عذر سے کھلائے کہ بچہ کے لئے دوسری نرم غذا موجود نہ ہو، نہ ہی بغیر روزہ کے کوئی دوسرا آدمی موجود ہو جو بچے کو غذا چبا کر دے تو ایسی صورت میں کراہت نہیں، اسی طرح روزہ دار اگر کھانے کی چیز خریدتے وقت زبان سے چکھ لے تو کراہت نہیں بشرطیکہ اس چیز کی طرف اسے سخت احتیاج ہو اور بغیر چکھے خریدنے میں نقصان کا اندیشہ ہو۔

ان تمام صورتوں میں کراہت کا حکم فرض و واجب روزہ سے متعلق تھا، نفلی روزہ ہو تو کراہت نہیں۔

(عالمگیریہ ص ۱۹۹ ج ۱، ردالمحتار ص ۴۱۶ ج ۲)

(۲) قصداً تھوک جمع کر کے نگلنا:

منہ میں قصداً تھوک جمع کر کے نگل جانا مکروہ ہے لیکن بلا قصد جمع ہو جائے تو نگلنا مکروہ نہیں۔ (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۷۲)

(۳) منجن یا پیسٹ:

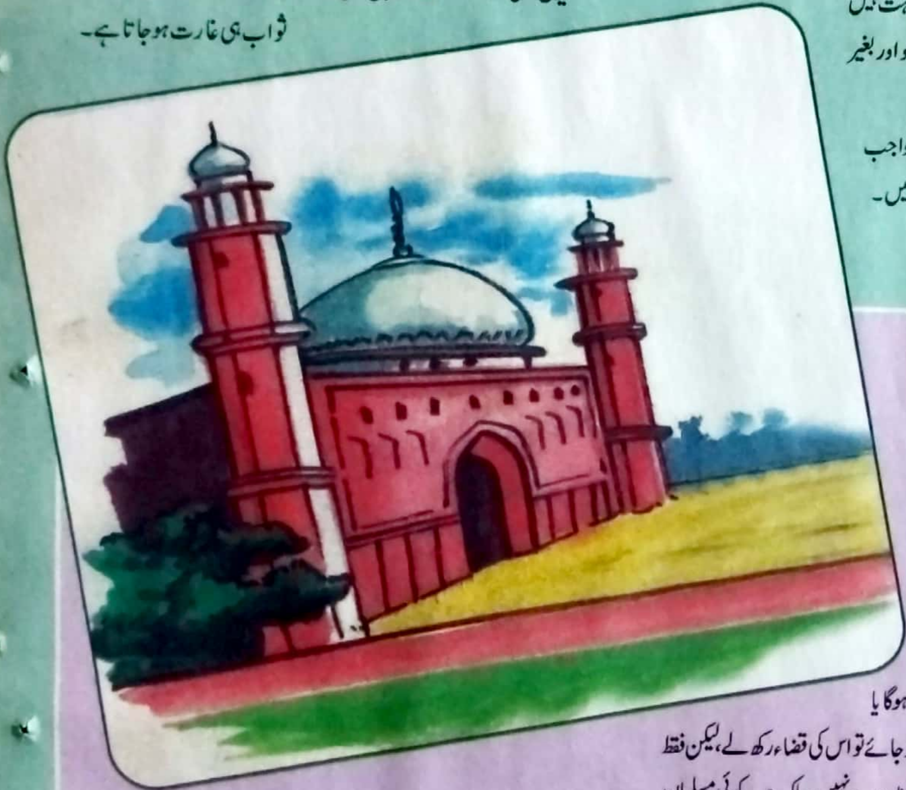
کوئلے، منجن اور ٹوتھ پیسٹ سے دانت صاف کرنا اور عورتوں کا مسی یا دنداسہ لگانا مکروہ ہے، اگر ان کا کوئی جزء حلق سے نیچے اتر گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (امداد الفتاویٰ ص ۱۴۱ ج ۲ و احسن الفتاویٰ ص ۴۳۹ ج ۴)

(۴) بلاضرورت دانت نکلوانا:

یوں ہی روزہ میں ڈاکٹر سے دانت یا ڈاڑھ نکلوانا اور اس جگہ دواء لگانا بوقت ضرورت شدیدہ جائز ہے اور بلاضرورت مکروہ ہے، اگر دواء یا خون پیٹ کے اندر جائے اور تھوک پر غالب ہو جائے یا اس کے برابر ہو یا اس کا مزہ محسوس ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (ردالمحتار ص ۳۹۶ ج ۴)

(۵) غیبت وغیرہ:

غیبت، چغلی، جھوٹ، بہتان تراشی، بیہودہ گوئی، گالی گلوچ، ایذا رسانی اور گناہ کے تمام کام یوں تو ہر وقت ہر حال میں حرام و ناجائز ہیں مگر روزہ دار آدمی کے لئے ان کی حرمت و شناعت دو چند ہو جاتی ہے اور ان کے سبب روزہ سخت مکروہ ہو جاتا ہے بلکہ حدیث کے مطابق ان گناہوں کی نحوست سے روزہ کا اجر و ثواب ہی غارت ہو جاتا ہے۔



جن وجوہ سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے

بیماری بڑھ جانے یا جان جانے کا خوف:

مسئلہ: اگر ایسا بیمار ہے کہ روزہ سے نقصان ہوتا ہے اور یہ ڈر ہے کہ روزہ رکھے گا تو بیماری بڑھ جائے گی یا دیر میں اچھا ہو گا یا جان جاتی رہے گی تو روزہ نہ رکھے، جب اچھا ہو جائے تو اس کی قضاء رکھ لے، لیکن فقط اپنے دل سے ایسا خیال کر لینے سے روزہ چھوڑنا درست نہیں، بلکہ جب کوئی مسلمان دیندار حکیم، طبیب کہہ دے کہ روزہ تم کو نقصان دے گا تب چھوڑنا چاہئے۔

مسئلہ: اگر حکیم یا ڈاکٹر کافر ہے یا شرع کا پابند نہیں ہے تو اس کی بات کا اعتبار نہیں، فقط اس کے کہنے سے روزہ نہ چھوڑے۔

مسئلہ: اگر حکیم نے تو کچھ نہیں کہا لیکن خود اپنا تجربہ ہے اور کچھ ایسی نشانیاں معلوم ہوئیں جن کی وجہ سے دل گواہی دیتا ہے کہ روزہ نقصان دے گا تب بھی روزہ نہ رکھے اور اگر خود تجربہ کار نہ ہو اور اس بیماری کا کچھ حال معلوم نہ ہو تو فقط خیال کا اعتبار نہیں۔ اگر دیندار حکیم کے بتائے بغیر اور تجربہ کئے بغیر اپنے خیال ہی خیال سے رمضان کا روزہ توڑے گا تو کفارہ دینا پڑے گا۔ اور اگر صبح سے روزہ ہی نہ رکھے گا تو گنہگار ہو گا، قضاء واجب ہو گی، کفارہ نہیں۔

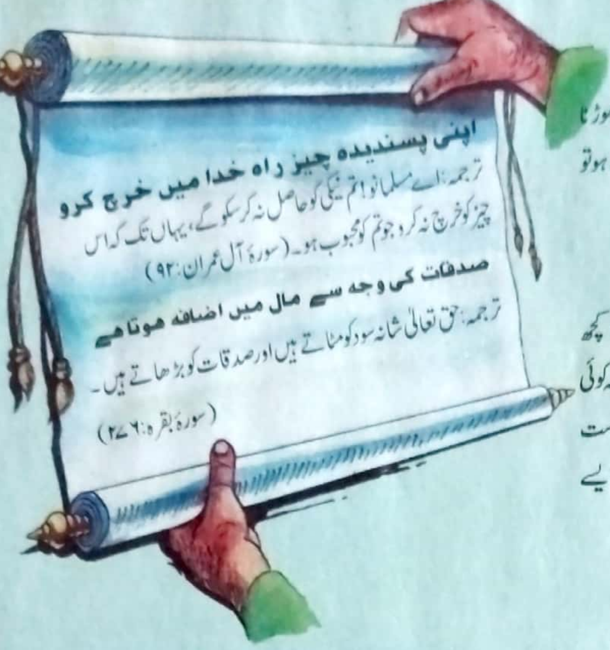
مسئلہ: اگر بیماری سے اچھا ہو گیا لیکن ابھی ضعف باقی ہے اور یہ ڈر ہے کہ اگر روزہ رکھا تو پھر بیمار ہو جائے گا تب بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

سفر:

مسئلہ: اگر کوئی مسافر سفر میں ہو تو اس کو بھی درست ہے کہ روزہ نہ رکھے پھر بعد میں اس کی قضاء رکھ لے۔

مسئلہ: مسافر کو روزے سے اگر کوئی تکلیف نہ ہو جیسے ریل پر سوار ہے اور یہ خیال ہے کہ شام تک گھر پہنچ جاؤں گا یا اس کے پاس سب راحت و آرام کا سامان موجود ہے تو ایسے وقت سفر میں بھی روزہ رکھ لینا بہتر ہے اور اگر روزہ نہ رکھے بلکہ بعد میں قضاء رکھ لے تب بھی کوئی گناہ نہیں۔ ہاں رمضان شریف کے روزے کی جو فضیلت ہے اس سے محروم رہے گا اور اگر راستہ میں روزہ کی وجہ سے تکلیف اور پریشانی ہو تو ایسے وقت میں روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

مسئلہ: اگر بیماری سے اچھا نہیں ہوا، اسی میں مرگیا یا ابھی گھر نہیں پہنچا سفر ہی میں مرگیا تو جتنے روزے بیماری یا سفر کی وجہ سے چھوٹے ہیں آخرت میں ان کا مواخذہ نہ



ہوگا کیونکہ قضاء رکھنے کی مہلت ابھی اس کو نہ ملی تھی۔

مسئلہ: اگر راستہ میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے ٹھہر گیا تو اب روزہ چھوڑنا درست نہیں کیونکہ اب وہ مسافر نہیں رہا، اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

حاملہ اور دودھ پلانے والی کو کب رخصت ہے؟

حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کو جب اپنی جان کا یا بچے کی جان کا کچھ ڈر ہو تو وہ روزہ نہ رکھے پھر بعد میں قضاء رکھ لے، لیکن اگر اپنا شوہر مالدار ہے کہ کوئی دایہ رکھ کے دودھ پلوا سکتا ہے تو دودھ پلانے کی وجہ سے ماں کو روزہ چھوڑ دینا درست نہیں، البتہ اگر وہ ایسا لڑکا ہو کہ سوائے اپنی ماں کے کسی اور کا دودھ نہ پیتا ہو تو ایسے وقت میں ماں کو روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

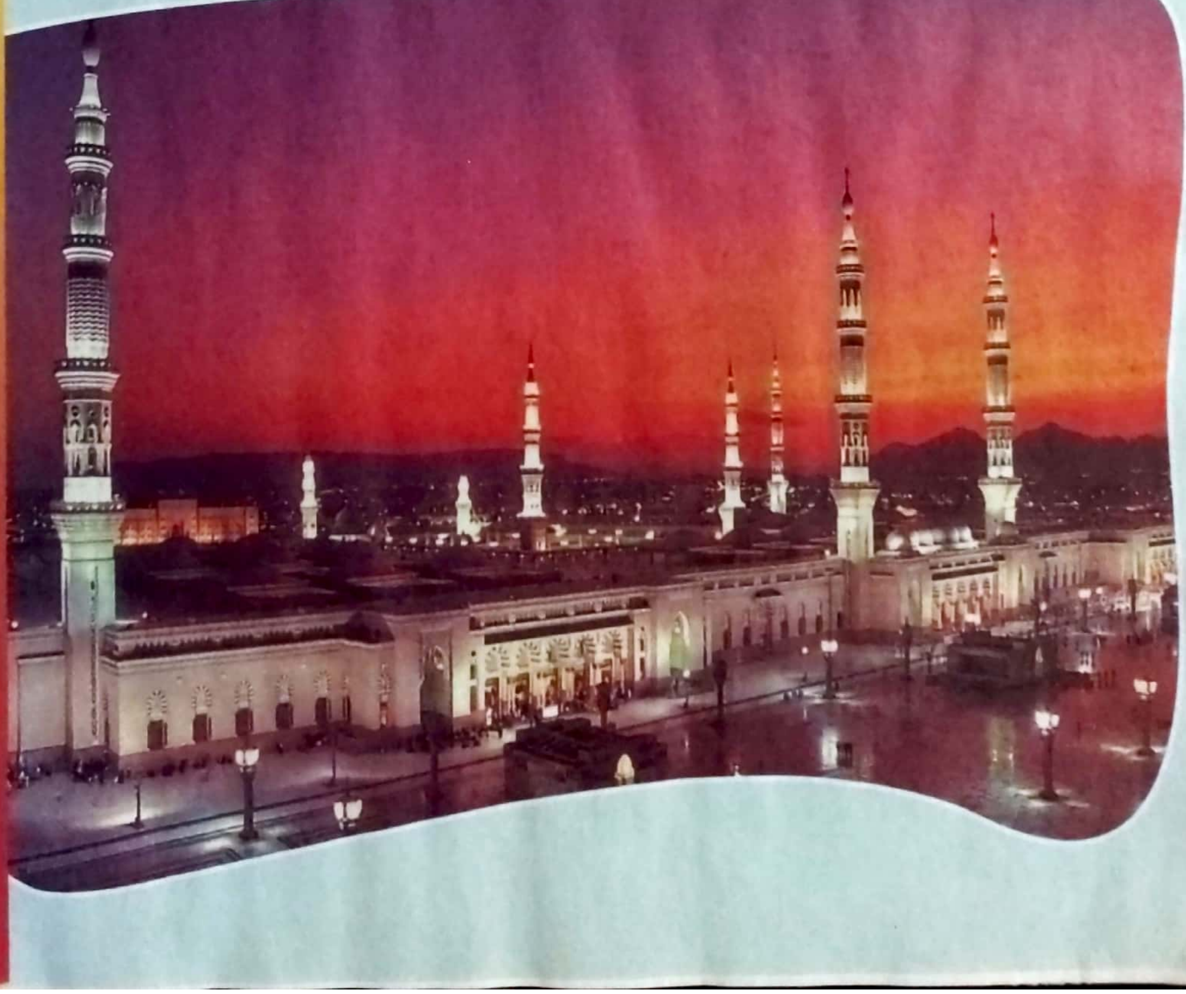
جن وجوہ سے روزہ توڑ دینا جائز ہے

بیماری بڑھ جانے یا جان جانے کا خوف:

اچانک ایسا بیمار پڑ گیا کہ اگر روزہ نہ توڑے گا تو جان پر بن آئے گی یا بیماری بہت بڑھ جائے گی تو روزہ توڑ دینا درست ہے، جیسے اچانک پیٹ میں ایسا درد اٹھا کہ بیتاب ہوگیا یا سانپ نے کاٹ کھایا تو دوا پی لینا اور روزہ توڑ دینا درست ہے، ایسے ہی اگر ایسی پیاس لگے کہ ہلاکت کا ڈر ہو تو بھی روزہ توڑ ڈالنا درست ہے۔

مسئلہ: حاملہ عورت کو کوئی ایسی بات پیش آ گئی جس سے اپنی جان کا یا بچہ کی جان کا ڈر ہے تو روزہ توڑ ڈالنا درست ہے۔

مسئلہ: کوئی سخت کام کرنے کی وجہ سے بے حد پیاس لگ گئی اور اتنی بے تابی ہوگئی کہ اب جان کا خوف ہے تو روزہ توڑ ڈالنا درست ہے، لیکن خود اگر اس نے قصداً اتنا کام کیا جس سے یہ حالت ہوگئی تو گنہگار ہوگا۔



روزہ پر قدرت ہو تو کھانا کھلانے سے کفارہ ادا نہ ہو گا:

سوال: مسئلہ یہ ہے کہ آج سے ۳ سال پہلے میں نے ایک گناہ کر کے رمضان کا روزہ توڑ دیا تھا، جس کا کفارہ ابھی تک ادا نہیں کیا۔ موت کا کوئی بھروسہ نہیں، اس لئے میں روزہ کا کفارہ دینا چاہتا ہوں، لیکن بات یہ ہے کہ میں شادی شدہ بھی ہوں اور بہت سخت مزدوری کرتا ہوں، جس کی وجہ سے ۲ ماہ کے روزے رکھنا بہت مشکل ہے، باقی رہا مسئلہ ۶۰ مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلانے یا ایک مسکین کو دو ماہ دو وقت کا کھانا کھلانے کا تو اب میں مسکین کہاں سے ڈھونڈوں۔ مجھ کو تو اپنی مزدوری سے فرصت نہیں۔ مہربانی فرما کر مجھ کو کچھ اچھا سا مشورہ عنایت فرمائیں، اگر ایسا ہو جائے کہ آپ دو وقت کے کھانے کی کل رقم جو ۶۰ مسکینوں کی بنتی ہے مجھے بتا دیں تو میں مدارس کے طالب علموں کو خود بانٹ دوں گا یا مجاہدین کے دفتر میں جمع کرا دوں گا۔ (ن۔ب۔ خوشاب)

جواب: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے سے آپ کا کفارہ ادا نہیں ہو گا، ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے سے تو اس شخص کا کفارہ ادا ہوتا ہے، جو بہت بوڑھا ہو، روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور موت سے پہلے اس کی طاقت واپس آنے کی اُمید بھی نہ ہو، یا ایسا بیمار ہو کہ نہ فی الحال روزہ رکھنے پر قادر ہو اور نہ آئندہ کیلئے اس کی صحت کی اُمید ہو۔ آپ تو ماشاء اللہ صحت مند ہیں، آپ کو (قمری مہینے کی پہلی تاریخ سے شروع کرنے کی صورت میں) دو ماہ (اور پہلی تاریخ کے بعد شروع کریں تو) ساٹھ دن روزے رکھنے ہوں گے اور ایک دن قضا روزہ بھی۔

علم نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، چھوٹے اور ٹھنڈے دنوں میں رکھنے کی کوشش کریں، آخرت کا عذاب یاد کریں، روزہ رکھنا آسان ہو جائے گا۔ رات میں بیوی سے ہمبستری کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

سفر کی وجہ سے رمضان اکتیس یا اٹھائیس دن کا ہو گیا:

سوال: مکہ مکرمہ میں پاکستان سے ایک دو روز قبل چاند دکھائی دیتا ہے اگر کوئی شخص رمضان میں مکہ مکرمہ سے پاکستان آیا اور پاکستان میں انتیس کی شام کو چاند نظر نہ آیا تو یہ شخص کیا کرے گا؟ اگر روزہ رکھتا ہے تو اس کے اکتیس روزے ہو جائیں گے، اسی طرح کوئی پاکستان سے مکہ مکرمہ جائے تو اس کے اٹھائیس ہی روزے ہوئے، اس کا کیا حکم ہے؟

(انور زیب۔ ایبٹ آباد)

جواب: اگر اہل پاکستان نے اس شخص کی رؤیت ہلال سے متعلق خبر کتب فقہ میں مذکورہ شرائط کے مطابق قبول کر لی تو اہل پاکستان اس کے قول کے مطابق عید منائیں گے اور ایک روزہ قضاء رکھیں گے اور اس آنے والے کے روزے پورے ہو جائیں گے اور اگر اس کی خبر قبول نہ کی گئی جیسا کہ عموماً ہوتا ہے تو یہ شخص اکتیسواں روزہ بھی رکھے گا اور دوسرے لوگوں کے ساتھ عید کرے گا، مکہ مکرمہ جانے کی صورت میں اہل مکہ کے ساتھ عید کرے اور ایک روزہ قضاء رکھے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

روزہ رکھ کر دوسرے ملک چلا گیا:

سوال: ایک شخص نے پاکستان میں روزہ رکھا، پھر دوسرے ملک چلا گیا تو اب وہ پاکستان کے وقت کے مطابق افطار کرے گا یا اس ملک کے وقت کے مطابق جہاں وہ گیا؟ (ضیاء الدین صدیقی۔ کوئٹہ)

جواب: جہاں گیا ہے اس ملک کے وقت کے مطابق افطار کرے گا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

نکسیر کا خون اندر جانا مفسد ہے:

سوال: نکسیر کا خون حلق سے پیٹ میں چلا گیا تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

جواب: روزہ ٹوٹ جائے گا، صرف قضاء واجب ہے، کفارہ نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

روزہ میں سانپ نے کاٹ لیا:

سوال: کیا سانپ کے کاٹنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ (بشیر۔ کراچی)

جواب: سانپ، بچھو وغیرہ کے کاٹنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

رمضان میں ایام روکنے والی دواء کا استعمال:

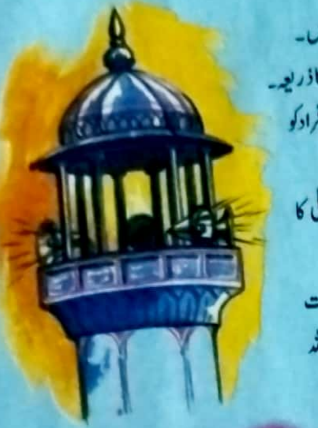
سوال: اگر کوئی عورت قضاء سے بچنے کی یہ تدبیر کرتی ہے کہ ایام (حیض) روکنے

سحری میں جگانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال

سوال: شہر میں حکومت کی طرف سے بجائے جانے والے سائرن کی آواز اتنی ہوتی ہے کہ تقریباً ہر گھر میں با آسانی پہنچ جاتی ہے، مگر سائرن بجتے ہی مسجدوں میں شور برپا ہو جاتا ہے اور کئی لوگ سحری سے قبل ۳ بجے ہی لوگوں کو اٹھانا شروع کر دیتے ہیں اور تقریباً ۲ گھنٹے تک یہی آواز آتی رہتی ہے کہ اٹھو اٹھو، جلدی کرو، کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

(ابن عبدالغفار۔ چنیوٹ)

جواب: مروجہ طریقہ جس میں تسلسل کے ساتھ یا کچھ کچھ وقفہ سے بار بار یہ اعلان کیا جاتا ہے، کئی قباحتوں پر مشتمل ہے:



(۱) یہ طریقہ متوارث و منقول نہیں۔
(۲) لوگوں کی عبادت میں خلل کا ذریعہ۔
(۳) اس سے مریض وضعیف افراد کو ایذاء پہنچتی ہے۔
(۴) مسجد کے لاؤڈ اسپیکر اور بجلی کا بے جا استعمال لازم آتا ہے۔

لہٰذا مذکورہ طریقہ کسی طرح بھی درست نہیں، اس سے احتراز لازم ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

والی دوائیں استعمال کرتی ہے تو یہ عمل جائز ہے یا نہیں؟ اس سے روزہ پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا؟ (ایک خاتون۔ کراچی)

جواب: جب تک ایام نہ آئیں، روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، روزہ صحیح ہو جائے گا۔ البتہ ایسی دواؤں کا استعمال اس شرط سے جائز ہے کہ کسی ناپاک چیز سے بنی ہوئی نہ ہوں اور صحت کے لئے مضر نہ ہوں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

پہلی کے چاند کا چھوٹا بڑا ہونا:

سوال: بسا اوقات رویت ہلال کمیٹی کے اعلان کے مطابق پہلی کا چاند نسبتاً بڑا نظر آتا ہے، جس سے لوگ شبہ میں پڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شاید یہ دو تاریخ کا چاند ہے، اس بارے میں شریعت کی تعلیم کیا ہے؟ (عبداللہ۔ کراچی)

جواب: چاند کے چھوٹا بڑا ہونے کا شریعت میں اعتبار نہیں بلکہ ہلال کمیٹی کے قواعد شرعیہ کے مطابق کئے ہوئے اعلان کا اعتبار ہے۔

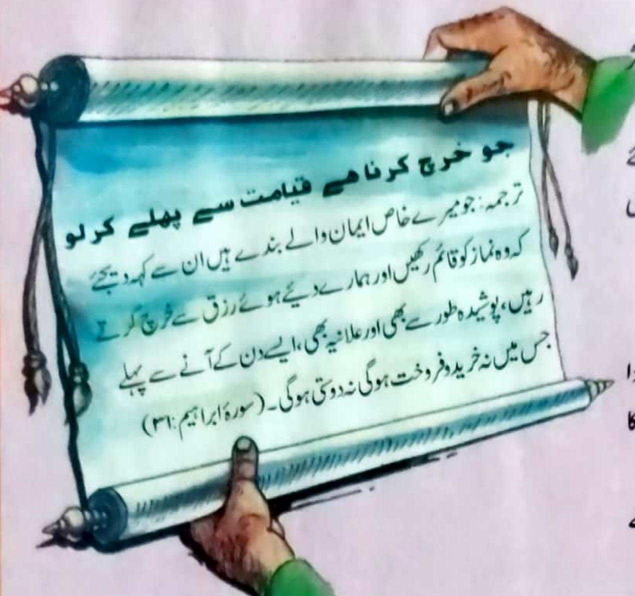
حدیث میں آتا ہے ابوالبختری کہتے ہیں کہ ہم لوگ عمرے کے سفر پر نکلے، جب بطن نخلہ میں پہنچے تو ہم نے (رمضان کا) چاند دیکھا، بعض ساتھی کہنے لگے یہ دو راتوں کا چاند ہے، بعض نے کہا یہ تو تین راتوں کا ہے، جب ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جا کر ملے تو ان سے یہ قصہ عرض کیا۔ انہوں نے پوچھا: ''کس رات تم نے دیکھا تھا؟'' ہم نے کہا فلاں رات کو، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''یہ اسی رات کا ہے، جس میں تم نے اس کو دیکھا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کا وقت چاند دیکھنا مقرر فرمایا ہے۔'' (رواہ مسلم، مشکوۃ مع المرقاۃ ج ۴ ص ۴۷۴)

اس حدیث کے ذیل میں ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ پہلی کے چاند موٹے اور بڑے دکھائی دیں گے۔ (مرقاۃ ج ۴ ص ۴۷۴)

اسی وجہ سے فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے پہلی کے چاند کا حجم بڑا دیکھ کر اس طرح کے شبہات کا تذکرہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۳۵۴) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

شادی کے بعد پہلا رمضان لڑکی کا میکے میں گذارنا:

سوال: جب کسی شخص کی شادی ہوتی ہے، شادی کے بعد آنے والا پہلا رمضان لڑکی اپنے والدین کے گھر گذارتی ہے اور اس کو لڑکی کے حقوق میں سمجھا جاتا ہے، اس عمل پر نہ شوہر راضی ہوتا ہے، نہ بیوی، بلکہ محض برادری کے طعن وتشنیع سے بچنے کیلئے مجبوراً اس پر عمل پیرا ہونا پڑتا ہے؟



جواب: شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں، محض بے اصل رسم ہے۔ شریعت کی طرف سے آزادی ہے، لڑکی شوہر کی مرضی سے چاہے میکے میں رمضان گذارے یا شوہر کے گھر گذارے، شریعت کی دی ہوئی اس آزادی کو اپنی طرف سے ختم کرنا اور لڑکی اور اس کے شوہر کو نہ چاہتے ہوئے بھی اس رسم پر مجبور کرنا گناہ کی بات ہے، ایسا ہرگز نہ ہونا چاہئے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

اذان کے اختتام تک کھاتے رہنا:

سوال: ایک آدمی دیر سے اُٹھا، جب سحری کا ٹائم ۵ یا ۱۰ منٹ رہ گیا تو اس نے کھانا شروع کیا اور وہ اذان کے مکمل ہونے تک سحری کھاتا رہا تو کیا اُس کا روزہ ہوگیا یا نہیں، نیز سحری کا وقت صحیح کہاں سے کہاں تک ہوتا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ (ثقلین عباس۔ پیر کوٹ، جھنگ)



جواب: اصل طریقہ یہ ہے کہ اپنی گھڑیاں معیاری وقت پر رکھی جائیں اور کسی مستند اور ماہر کے بنائے ہوئے اوقات کے نقشے میں دیئے گئے وقت سے پانچ منٹ پہلے سحری بند کردی جائے۔ مساجد، ٹی وی، ریڈیو وغیرہ کی اذانوں پر انحصار نہ کیا جائے، کیونکہ بسا اوقات وقت سے پہلے یا بعد میں بھی اذانیں دی گئی ہیں۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر نقشے کے وقت سے پہلے سحری بند کرلی تھی تو روزہ ہوگیا، لیکن اگر یقیناً معلوم نہ ہوسکے تو احتیاطاً قضاء کرلیں۔

سحری صبح صادق کے قریب رات کے آخری حصے میں کھانا مستحب ہے۔ (مراقی الفلاح) اگر بہت سویرے کھائی جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

دوسری عبادات کی طرح روزہ کے معاملہ میں بھی مسلمانوں میں بہت سی کوتاہیاں پائی جاتی ہیں جن کی اصلاح ضروری ہے، یہاں روزہ کے مکروہات یا مفسدات کی تفصیل پیش کرنا مدنظر نہیں، بلکہ بعض ایسی کوتاہیوں کی نشان دہی مقصود ہے جن کی طرف عام روزہ داروں کی توجہ کم جاتی ہے۔

(۱) بلاعذر روزہ نہ رکھنا:

معذور و مجبور آدمی کے لئے روزہ نہ رکھنا اور رکھنے کے بعد بعض حالات میں توڑنا جائز ہے، مگر شرعاً کون لوگ معذور کی فہرست میں آتے ہیں؟ اس کا فیصلہ کرنا ہر شخص کا کام نہیں، بعض جی چور اور کاہل لوگ روزہ کبھی رکھتے ہی نہیں اور از خود فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہم سے روزہ نہ رکھا جائے گا، حالانکہ رکھ کر دیکھ لیں تو آسانی سے رکھ سکیں، بے ہمتی اور کم حوصلگی کا نام مجبوری رکھ لیا۔ بعض لوگوں کو عذر ہوتا ہے مگر وہ اختیاری اور خود ساختہ قسم کا ہوتا ہے، مثلاً شرعی سفر کے دوران روزہ رکھنے کی رخصت ہے مگر اسے سفر کی ضرورت در پیش نہیں، یونہی گھر سے نکل پڑا۔ غرض کسی مفتی سے پوچھے بغیر عذر کا فیصلہ جائز نہیں۔

(۲) غیر معذور کا فدیہ دینا:

بعض بے باک قسم کے لوگ اس گھمنڈ میں روزہ ضائع کرتے رہتے ہیں کہ ہم فدیہ دے دیں گے۔ حالانکہ زندگی میں فدیہ اداء کرنا صرف ایسے شخص کے لئے جائز ہے جو روزہ رکھنے سے بالکل معذور اور آیندہ کے لئے بھی مایوس ہو، اگر مرنے سے پہلے کسی وقت بھی روزہ رکھنے کی قوت آ گئی تو یہ فدیہ معتبر نہ رہے گا۔

(۳) قریب البلوغ صحت مند بچوں کو روزہ سے روکنا:

بعض دیندار لوگ بھی بچوں سے روزہ نہیں رکھواتے، حالانکہ ان بچوں کی عمر اور قوت وصحت ایسی ہوتی ہے کہ وہ بآسانی روزہ رکھ سکتے ہیں، بلوغ سے پہلے اگرچہ بچوں پر روزہ واجب نہیں، مگر ان کے سرپرستوں پر لازم ہے کہ جب قریب البلوغ ہوں اور روزہ کا تحمل کر سکیں تو ان سے روزہ رکھوائیں، بچہ جب عبادت کا خوگر ہوگا تو بلوغ کے بعد اعمال کی پابندی میں اسے کوئی دشواری نہ ہوگی۔

(۴) معذور کا رخصت پر عمل نہ کرنا:

بعض لوگ افراط اور غلو کا شکار ہو کر شریعت کی دی ہوئی رخصت سے بھی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ مثلاً پرمشقت سفر یا تکلیف دہ بیماری میں بھی روزہ نہیں چھوڑتے۔

بعض حاملہ یا دودھ پلانے والی عورتیں اپنی جان اور بچے کو ضرر پہنچا کر بھی روزہ رکھتی ہیں اور و بعض غلط اندیش کمسن معصوم بچوں سے بھی روزہ رکھواتے ہیں حالانکہ انہیں روزہ کا تحمل نہیں ہوتا، یہ سب باتیں علماء وصلحاء کی صحبت سے دور رہنے اور مقصد شریعت نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔

(۵) سحری میں عجلت یا تاخیر:

سحری بعض لوگ بہت جلد آدھی رات کو کھا کر فارغ ہو جاتے ہیں، ایسی تعجیل بھی گو جائز ہے مگر سحری کی اصل حکمت (کہ روزہ میں ضعف لاحق نہ ہو اور قوت برقرار رہے) کے خلاف ہے اور بعض جگہ عوام یہ غلط اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ جب ایک بار سحری کھا کر نیت کر لی یا سو گئے تو اب کوئی چیز کھانا پینا جائز نہیں اگرچہ رات باقی ہو، اس غلط اعتقاد سے توبہ کرنا واجب ہے۔ بعض اس کے برعکس سحری اتنی تاخیر سے کرتے ہیں کہ روزہ ہی مشتبہ ہو جاتا ہے، ان کی نظر نقشوں اور گھڑیوں پر لگی رہتی ہے حالانکہ دونوں میں غلطی کا امکان ہے۔ پس احتیاط اسی میں ہے کہ نقشوں اور گھڑیوں کے وقت سے بھی کچھ دیر پہلے آدمی فارغ ہو جائے اور کچھ حضرات یہ سوچ کر کہ لوگ سحری چھوڑ دیں فجر کی اذان وقت سے کچھ پہلے دیتے ہیں، اس میں بھی بہت سی قباحتیں ہیں اس لئے اذان اپنے وقت پر ضروری ہے۔

(۶) افطار میں عجلت یا تاخیر:

افطار میں بعض لوگ بہت عجلت سے کام لیتے ہیں جس سے روزہ مشتبہ ہو جاتا ہے۔ نقشوں میں تو اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ پھر سحر و افطار کے نقشوں میں دیئے گئے اوقات یقینی نہیں ہوتے بلکہ حسابی اعتبار سے تقریبی ہوتے ہیں۔ بعض ناسمجھ ریڈیو کی اذان (خواہ وہ کسی دوسرے شہر کی ہی ہو) سن کر افطار کر دیتے ہیں، پھر ریڈیو کی اذان اور سائرن وغیرہ عموماً نقشوں کے مطابق بجائے جاتے ہیں، لہٰذا ان پر مکمل اعتماد کرنا صحیح نہیں، خصوصاً جبکہ کئی ایسے واقعات ہو بھی چکے ہیں کہ سائرن یا اذان کے وقت آفتاب کو آنکھوں سے دیکھا گیا ہے، ۱۳ رمضان ۱۳۹۷ھ کو ریڈیو پاکستان نے چار پانچ منٹ قبل ہی اذان دینا شروع کر دی، جو ابھی مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ اس کے بعد صحیح وقت پر اذان نشر کی، لاکھوں افراد نے پہلی اذان پر روزہ افطار کر کے اپنا روزہ خراب کیا، اس لئے اپنی گھڑیوں کو معیاری وقت پر رکھیں اور افطار نقشے میں دیئے گئے وقت کے ۳ منٹ بعد کریں، جہاں اتنے گھنٹے صبر کر لیا وہاں دو تین منٹ کا انتظار کیا مشکل ہے؟ اور بعض وہمی لوگ وقت ہو جانے کے باوجود افطار میں تاخیر کرتے ہیں، ایسی تاخیر حدیث کی رو سے ممنوع ہے۔ اور کئی لوگ افطار کے بعد کھانے پینے میں اتنی دیر تک مشغول رہتے ہیں کہ مغرب کی جماعت بالکل فوت ہو جاتی ہے یا ایک دو رکعت نکل جاتی ہیں اور مسجد کی جماعت نکل جانے پر کچھ حضرات گھر میں اپنی جماعت کر لیتے ہیں جو اکیلے نماز پڑھنے سے تو بہتر ہے مگر مسجد کی جماعت کا کسی طرح بدل نہیں، اس مسئلہ کا آسان حل یہ ہے کہ افطاری گھر کی بجائے مسجد میں کی جائے، لیکن اس میں بھی مسجد کے آداب کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ کھانے کی کوئی چیز مسجد میں گرنے نہ پائے، اس میں شوروغل بلکہ بلا ضرورت گفتگو بھی نہ ہو اور کوئی ایسا کام بھی نہ کیا جائے جس سے مسجد میں آنے والے نمازیوں کو تشویش ہو۔ اگر گھر مسجد کے قریب ہو تو گھر میں بھی مختصر افطاری کے بعد تکبیرۂ تحریم کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔



روزہ پر نہ قدرت نہ آیندہ امید ہو:

جس کو اتنا بڑھاپا ہو گیا ہو کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہی یا اتنا بیمار ہے کہ اب نہ اچھے ہونے کی امید ہے نہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو صدقہ فطر کے برابر غلہ دے دے یا صبح وشام پیٹ بھر کے اس کو کھلا دے، اس کو فدیہ کہتے ہیں اور اگر غلہ کے بدلے میں اسی قدر غلہ کی قیمت دے دے تب بھی درست ہے۔

پھر اگر کبھی طاقت آ گئی یا بیماری سے اچھا ہو گیا تو سب روزے قضا رکھنے پڑیں گے اور جو فدیہ دیا ہے اس کا ثواب الگ ملے گا۔

میت نے فدیہ کی وصیت کی ہو:

کسی کے ذمہ کئی روزے قضاء تھے اور مرتے وقت وصیت کر گیا کہ میرے روزوں کے بدلے فدیہ دے دینا تو اس کے مال سے اس کا ولی فدیہ دے دے اور کفن، دفن، قرض ادا کر کے جتنا مال بچے اس کی ایک تہائی سے اگر سارا فدیہ اداء کرنا ممکن ہو تو دینا واجب ہوگا اور اگر سارا فدیہ تہائی مال سے ادا نہ ہو سکتا ہو تو جس قدر اداء ہو سکتا ہو دے دیا جائے۔

فدیہ کی وصیت نہ کی ہو:

اگر اس نے وصیت نہیں کی مگر ولی نے اپنے مال سے فدیہ دے دیا تب بھی اللہ تعالیٰ سے امید رکھے کہ شاید قبول کرے اور ان روزوں کا مواخذہ نہ کرے اور بغیر وصیت کئے خود میت کے مال میں سے فدیہ دینا جائز نہیں، اسی طرح اگر تہائی مال سے زیادہ ہو جائے تو باوجود وصیت کے بھی زیادہ دینا سب وارثوں کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں، ہاں سب وارث نہایت خوش دلی سے راضی ہو جائیں تو دونوں صورتوں میں فدیہ دینا درست ہے، لیکن نابالغ وارث کی رضا کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں، بالغ وارث اپنا حصہ اس میں سے جدا کر کے دے دیں تو درست ہے۔

فدیہ کی مقدار:

سوال: ایک شخص بیماری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکا، اس کا فدیہ کیا ہے؟

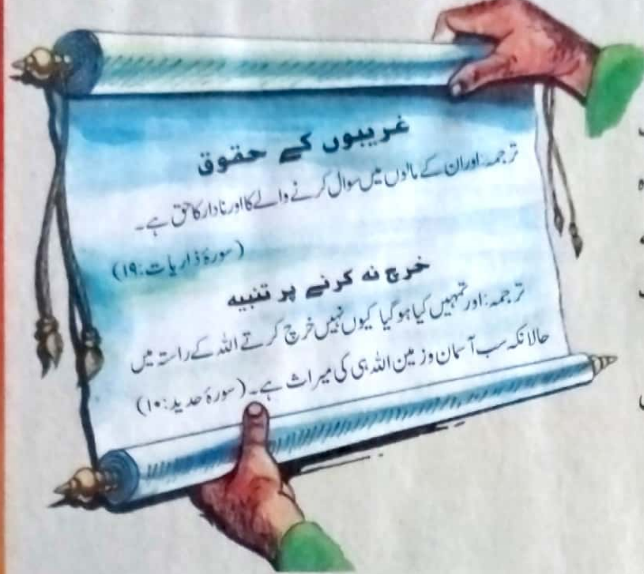
(ظہیر الدین بابر۔ ٹیکسلا)

جواب: صحت کے بعد روزہ قضاء رکھنا فرض ہے، البتہ اگر صحت کی کوئی امید نہیں رہی اور آخر دم تک روزہ رکھنے کی طاقت لوٹنے سے بالکل مایوسی ہے، چھوٹے اور ٹھنڈے ایام میں بھی روزہ رکھنے کی طاقت نہیں تو ایک روزہ کے عوض نصف صاع گندم یا اس کی قیمت کسی مسکین کو دیدے۔

نصف صاع کی مقدار:

نصف صاع بعض علماء کے قول کے مطابق پونے دو کلو کا ہوتا ہے، جبکہ بعض علماء کی تحقیق کے مطابق سوا دو کلو کا ہوتا ہے۔

احتیاط اسی میں ہے کہ سوا دو کلو گندم یا اس کی قیمت اداء کی جائے، کیونکہ اس میں فدیہ کی ادائیگی یقینی ہے۔ عبادات میں احتیاط ہی پر عمل کرنا چاہئے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم



فدیہ وکفارہ کافر کو دینا جائز نہیں:

سوال: فدیہ اور کفارہ کا طعام کافر کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ (محمد صابر۔ حیدر آباد)

جواب: کافر حربی (جو کسی غیر مسلم ملک میں رہتا ہو) کو دینا بالاتفاق جائز نہیں اور ذمی (جو کسی مسلم ملک میں رہتا ہو) کو دینے میں اختلاف ہے، عدم جواز راجح ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

گذشتہ سالوں کے فدیہ میں وقت اداء کی قیمت معتبر ہے:

سوال: اگر بعد بلوغ اوائل عمر میں روزے قضاء ہو گئے، اب بوجہ ضعف قضاء رکھنے سے معذوری ہے، تو کیا فدیہ میں گندم کی قیمت چالیس سال قبل کی لگائی جائے گی جب روزے قضاء ہوئے تھے، یا موجود نرخ لگایا جائے گا، اگر اقساط میں فدیہ اداء کیا جائے تو نیت کے روز جو نرخ ہے وہ محسوب ہوگا، یا بوقت اداء جو نرخ ہوگا وہ واجب الاداء ہوگا؟

(محمد محبوب۔ ایبٹ آباد)

جواب: فدیہ میں اصل واجب خود گیہوں ہے، قیمت اس کے قائم مقام ہے، اس لئے بہرصورت وقت اداء کے نرخ کا اعتبار ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

فدیہ رمضان سے قبل دینا جائز نہیں:

سوال: رمضان کے روزوں کے فدیہ کی رقم اگر رمضان آنے سے پہلے دے دی جائے تو صحیح ہے یا نہیں؟

(سلطان محمود۔ کراچی)

جواب: رمضان سے قبل اداء کرنے سے فدیہ اداء نہ ہوگا، البتہ رمضان شروع ہونے کے بعد آیندہ ایام کا فدیہ ایک ساتھ دے سکتے ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسجد سے باہر تراویح کی جماعت:

سوال: نماز تراویح مسجد چھوڑ کر مکان یا دوسری جگہ حافظ مقرر کر کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (اجمل خان۔ کراچی)

جواب: فرائض مسجد میں جماعت کے ساتھ اداء کر کے صرف تراویح کی جماعت دوسری جگہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ مسجد میں بھی تراویح کی جماعت ہو، اگر محلّہ کی کسی مسجد میں بھی تراویح کی جماعت نہ ہو تو سب گنہگار ہوں گے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسافر، مریض اور عورت کے لئے تراویح کا حکم:

سوال: مسافر، مریض اور عورت اگر تراویح پڑھ لیں تو کوئی کراہت تو نہیں؟ (محمد اصغر۔ مظفر آباد)

جواب: تراویح مرد اور عورت دونوں کے لئے سنت مؤکدہ ہے، اس لئے خواتین کو اپنے گھروں میں انفرادی طور پر تراویح پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ مسافر اور مریض کو اگر تراویح پڑھنے میں کسی قسم کی تکلیف اور پریشانی نہ ہو تو پڑھنا افضل ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

عورتوں کا تراویح کی جماعت میں شریک ہونا یا خود جماعت کروانا:

سوال: بعض جگہ مساجد میں عورتوں کے لئے علیحدہ جگہ کا انتظام ہوتا ہے اور وہ مسجد کی جماعت میں شریک ہوتی ہیں۔ اسی طرح بعض لڑکیاں حافظہ ہوتی ہیں وہ گھر میں تراویح پڑھاتی ہیں، گھر کی اور پڑوس کی خواتین بھی اس جماعت میں شریک ہوتی ہیں، حافظہ لڑکیوں کا کہنا ہے کہ اس کے بغیر قرآن بھول جانے کا اندیشہ ہے۔ کیا شریعت کی رو سے عورتوں کا علیحدہ جماعت کروانا یا مردوں کی جماعت میں شریک ہونا جائز ہے؟

(متعدد سائلین)

جواب: جائز نہیں، جب فرض نماز کے لئے عورتوں کا مسجد کی جماعت میں شریک ہونا جائز نہیں تو تراویح کے لئے کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ عورت کی سب سے افضل نماز حدیث کی رو سے وہ ہے جو وہ گھر کے تاریک تر کمرے میں اداء کرے۔

اسی طرح عورتوں کا گھروں میں علیحدہ جماعت کروانا بھی مکروہ ہے، نیز خواتین کا تراویح پڑھنے کے لئے گھروں سے نکلنا ضرورت میں داخل نہیں اور بلا ضرورت گھر سے نکلنا جائز نہیں، علاوہ ازیں عموماً عورتوں کی آواز گھر کے اندر یا باہر اجنبی اور غیر محرم مردوں تک پہنچتی ہے جس سے فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے خواتین کو اس سے سخت اجتناب لازم ہے۔ نیز سرپرستوں پر فرض ہے کہ وہ انہیں اس منکر سے سختی سے منع کریں، ورنہ وہ بھی گناہ میں برابر کے شریک ہوں گے۔

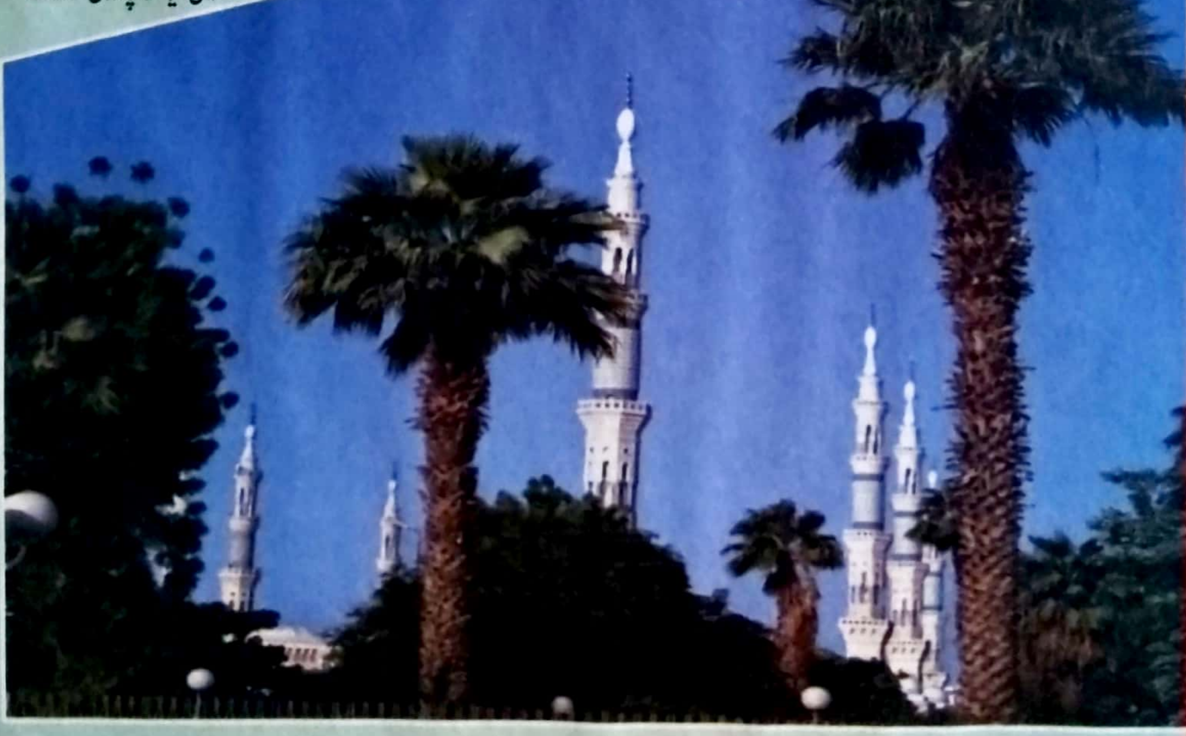
قانون شریعت کو توڑ کر اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے قرآن پختہ کرنا کون سی خوبی کی بات ہے؟ قرآن پڑھنے اور یاد کرنے سے تو مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قوانین پر عمل کیا جائے، اگر عمل کرنے کے لئے آمادہ نہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنے پڑھانے اور حافظہ بننے سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا مقصد ہی نہیں، مقصد لوگوں سے واہ واہ سننا یا اور کچھ ہے۔

حافظہ لڑکیوں کو چاہئے کہ پورا سال تلاوت و منزل کا اہتمام کریں، قرآن پختہ رہے گا، قرآن کی پختگی کا بہانہ بنا کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہرگز نہ کریں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

تراویح میں قعدہ بھول کر تیسری، چوتھی رکعت بھی ملا لی:

سوال: تراویح میں دوسری رکعت پر قعدہ بھول گیا اور سہواً تیسری چوتھی رکعت بھی پڑھ لی تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ اگر صحیح ہو گئی تو چاروں رکعات یا کہ دو؟ اگر دو ہوئیں تو پہلی دو ہوئیں یا آخری؟ (خالد اقبال۔ کراچی)

جواب: اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہے، اگر سجدہ سہو کر لیا تو دوسری دو رکعات تراویح کی ہو گئیں اور پہلی دو نفل ہو گئیں، لہٰذا پہلی دو رکعات اور ان میں جو قرآن پڑھا گیا اسے دہرانا ضروری ہے۔ اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو چاروں رکعات



اوران میں پڑھا گیا قرآن دہرانا ضروری ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

دوسری رکعت پر قعدہ کیا سلام نہیں پھیرا:

سوال: زید تراویح کی دوسری رکعت پر بیٹھ کر سہواً اٹھ گیا اور چار رکعت پوری کرلیں تو تراویح کی دو رکعت ہوں گی یا چار رکعت؟ سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟
(عامر خان۔ سرگودھا)

جواب: اگر دو رکعت پر بیٹھ کر تشہد پڑھ لیا پھر کھڑا ہوا تو چار رکعت ہوگئیں، سجدہ سہو کی ضرورت نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

ایک قعدہ سے تین رکعات تراویح:

سوال: امام تراویح کی دوسری رکعت پر بغیر قعدہ کئے سہواً کھڑا ہوگیا، تین رکعتیں پڑھ کر سجدہ سہو کرلیا تو دو رکعتیں صحیح ہوں گی یا نہیں؟ (محمد الطاف۔ راولپنڈی)

جواب: راجح قول کے مطابق صحیح نہیں ہوگی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

نابالغ سامع کو صف اول میں کھڑا کرنا:

سوال: تراویح کی جماعت میں بعض جگہ سامع نابالغ بچہ ہوتا ہے اور سامع کو صف اول میں کھڑا ہونا ضروری ہوتا ہے، کیا اس صورت میں نابالغ کو صف اول میں کھڑا کرنا جائز ہے؟ (عطاء اللہ۔ لاہور)

جواب: نابالغ بلا ضرورت بھی بالغین کی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے، ضرورت مذکورہ سے بطریق اولیٰ جائز ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔



فرض پڑھے بغیر وتر کی جماعت میں شرکت صحیح نہیں:

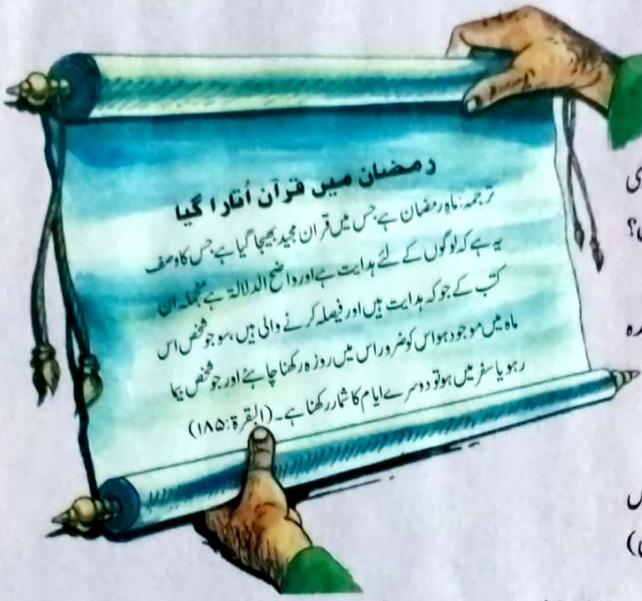
سوال: زید ایسے وقت مسجد میں آیا کہ وتر کی جماعت کھڑی تھی تو زید وضو کرکے وتر کی جماعت میں شریک ہوجائے یا عشاء کی نماز اور تراویح ادا کرے؟

جواب: پہلے فرض پڑھے، اس کے بعد وتر کی جماعت مل جائے تو شریک ہو جائے، اس کے بعد تراویح پڑھے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

رمضان میں قضاء نماز اور ایک غلط عقیدہ:

سوال: بعض لوگ جمعۃ الوداع کو جماعت کے ساتھ قضاء نماز پڑھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ پوری زندگی کی فوت شدہ نمازوں کے لئے کافی ہے، اسے قضاء عمری کہتے ہیں۔ جبکہ بعض لوگ رمضان میں اس نیت سے فوت شدہ نمازیں قضاء پڑھتے ہیں کہ ایک نماز پڑھنے سے ستر قضاء نمازوں کی ادائیگی ہوجائے گی، کیونکہ مشہور ہے کہ رمضان میں ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر ملتا ہے۔ شرعاً یہ عقیدہ وعمل کیسا ہے؟ (فرمان اللہ۔ پشاور)

جواب: یہ دونوں عقیدے غلط ہیں، قضاء عمری کو فقہاء نے بدعت قرار دیا ہے، اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، اسی طرح ایک نماز قضاء پڑھنے سے ستر قضاء نمازوں کی ادائیگی کا بھی شرعاً کوئی ثبوت نہیں، جتنی نمازیں فوت ہوئیں ان سب کی



قضاء فرض ہے، خواہ رمضان میں کرے یا غیر رمضان میں۔

ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر ملنے کا ایک حدیث میں ذکر ہے، مگر وہ حدیث ضعیف ہے اور فضائل میں بھی ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ اسے سنت نہ سمجھا جائے۔ اگر حدیث کو قابل استدلال تسلیم کربھی لیا جائے تو وہ رمضان میں ادا کئے جانے والے اعمال صالحہ کے بارے میں ہے اور قضاء نمازیں پڑھنا تو قرض کی ادائیگی کی طرح ہے، کیا رمضان میں کسی کا ایک ہزار روپے قرض ادا کرنے سے وہ ستر ہزار ادا کرنے کے قائم مقام ہوسکتا ہے؟ غرض اس حدیث سے ایک قضاء نماز پڑھ کر ستر نمازوں کے ادا ہوجانے کا ثبوت قطعاً نہیں ملتا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

وہیل چیئر پر بیٹھ کر امامت:

سوال: ایسے معذور قاری کے پیچھے تراویح پڑھنا کیسا ہے جو سجدہ کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو اور وہیل چیئر (کرسی) پر بیٹھ کر اشارے سے سجدہ کرتا ہو؟
(محمد جہانگیر خلیل۔ پشاور)

جواب: ایسے معذور کے پیچھے نماز درست نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

پندرہ سالہ لڑکے کے پیچھے تراویح درست ہے:

سوال: ایک حافظ جس کی عمر پندرہ سال چار ماہ ہے اور وہ خود کو بالغ کہتا ہے، لیکن بلوغ کی ظاہری علامات اس پر دکھائی نہیں دیتیں، کیا ایسے حافظ کے پیچھے تراویح جائز ہے؟ اس کے والد نے جواز کا فتویٰ بھی لیا ہے، مگر ایک اور مولوی صاحب کہتے ہیں کہ سن بلوغ سترہ سال ہے۔ یہ ابھی بالغ نہیں ہے۔ برائے کرم ہماری تشویش کو دور فرمائیں۔
(محمد اصغر، عزیز احمد وغیرہ۔ تونسہ شریف)

جواب: سن بلوغ ۱۵ سال ہے، ظاہری علامات کا اعتبار نہیں ہے، پھر جب وہ خود بلوغ کا اقرار کرتا ہے تو شک کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (شامی ج۱ص ۱۶۸)
لہٰذا اس حافظ کے پیچھے بلا تشویش تراویح پڑھتے رہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

تراویح پڑھے بغیر وتر کی جماعت میں شرکت:

سوال: بکر ایسے وقت میں آیا کہ تراویح کی جماعت اختتام پر تھی، بکر نے فرض و سنن مؤکدہ ادا کیں تو تراویح کی جماعت ختم ہو کر وتر کی جماعت کھڑی ہو گئی تو کیا بکر وتر کی جماعت میں شریک ہو جائے یا اپنی تراویح پڑھے، اگر کچھ تراویح رہ گئی ہوں تو پھر کیا حکم ہے؟

(خالد حسین۔مری)

جواب: دونوں صورتوں میں وتر کی جماعت میں شریک ہو جائے، اس کے بعد تراویح پڑھے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

دوسورتوں کے درمیان بسم اللہ کا حکم:

سوال: تراویح میں دوسورتوں کے درمیان بسم اللہ کا کیا حکم ہے؟ جہراً پڑھا جائے یا سراً یا بالکل ترک کر دیا جائے؟ جیسا کہ بعض ایسا کرتے ہیں، نیز فرائض میں تسمیہ بین السورتین کا کیا حکم ہے؟

جواب: فرائض و تراویح دونوں میں دوسورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنا افضل ہے، مگر قراءۃ خواہ جہریہ ہو یا سریہ، بہر کیف بسم اللہ آہستہ پڑھے، اس میں جہر خلاف سنت ہے۔ چونکہ تسمیہ قرآن کریم کا جزء ہے اس لئے تراویح میں کسی بھی ایک سورۃ کے ساتھ بلند آواز سے ضرور پڑھے تاکہ مقتدیوں کا قرآن مکمل ہو جائے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

تراویح
آٹھ رکعت یا بیس رکعت

سوال: بعض لوگ آٹھ رکعت تراویح پڑھ کر چلے جاتے ہیں کیا اس کا حدیث سے کوئی ثبوت ہے؟

(حافظ محمد طاہر۔باغ آزاد کشمیر)

جواب: آٹھ رکعت کا کوئی ثبوت نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، ائمہ اربعہ اور تمام فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا چودہ سو سال سے بیس رکعت تراویح پر اجماع اور مسلسل تعامل چلا آ رہا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

شبینہ کا حکم:

سوال: گذشتہ چند سال سے یہ طریقہ رائج ہے کہ تراویح پڑھانے والا بارہ رکعت کے بعد مصلی چھوڑ دیتا ہے اور بقیہ آٹھ تراویح امام صاحب پڑھاتے ہیں، کچھ مقتدی بھی حافظ کے ساتھ تراویح چھوڑ دیتے ہیں اور وتر کی جماعت کے بعد حافظ صاحب اپنی بقیہ آٹھ رکعت تراویح شروع کرتے ہیں تو دوسرے، بہت سے مقتدی بھی ان کے ساتھ نوافل کی نیت سے نماز میں شریک ہو جاتے ہیں، شبینہ تقریباً دو اڑھائی بجے تک رہتا ہے، اس کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا خاص انتظام ہوتا ہے، بعض حضرات کو متوجہ کیا گیا کہ چند آدمیوں کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال سوائے نمائش کے کچھ بھی نہیں تو انہوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ گانا بجانا عام ہے، جگہ جگہ ریکارڈنگ ہوتی ہے، تو ہم کیوں لاؤڈ اسپیکر استعمال نہ کریں؟ اس کا شرعاً حکم کیا ہے؟

جواب: اس قسم کے متعارف شبینہ میں کئی قبائح ہیں، مثلاً:

(۱) نوافل کی جماعت۔

(۲) لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے اہل محلّہ کے کام، آرام اور عبادات میں خلل۔

(۳) نام ونمود۔

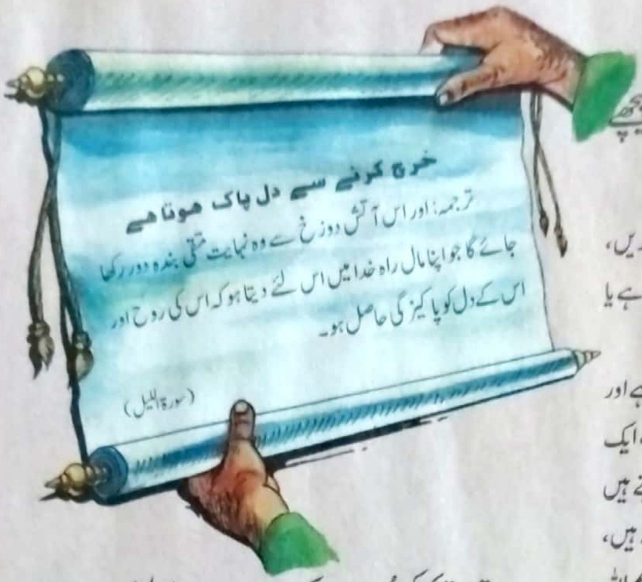
(۴) بعض لوگوں کا جماعت میں کھڑے ہونا اور بقیہ کا بیٹھے رہنا، جو جماعت اور قرآن کے احترام کے خلاف ہے۔

(۵) ضرورت سے زیادہ روشنی اور مٹھائی وغیرہ کا التزام۔

(۶) ایسی خرافات کے لئے چندہ کرنا۔

اس قسم کی اور بھی بہت سی خرابیاں ہیں جن کی بناء پر مروّجہ شبینہ جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔





تراویح کن لوگوں کے پیچھے جائز نہیں

قاری اور سامع کو کچھ لینا دینا حرام اور ایسے قاری کے پیچھے تراویح ناجائز ہے:

سوال: رمضان میں ختم قرآن پر قاری اور سامع اگر کچھ معاوضہ طے نہ کریں، ویسے ہی اہل مسجد ان کی کچھ خدمت کردیں یا کپڑوں کا جوڑا بنادیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: خدمت کے نام سے نقد یا کپڑے وغیرہ دینا بھی معاوضہ ہی ہے اور اجرت طے کرنے کی بنسبت زیادہ قبیح ہے، اس لئے کہ اس میں دو گناہ ہیں، ایک قرآن سنانے پر اجرت کا گناہ اور دوسرا جہالت اجرت کا گناہ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قاری اور سامع بھی للہ کام کرتے ہیں اور ہم بھی للہ ان کی خدمت کرتے ہیں، معاوضہ مقصود نہیں، ایسے حیلہ بازوں کی نیت معلوم کرنے کے لئے فقہاء رحمہم اللہ نے یہ امتحان رکھا ہے کہ اگر قاری اور سامع کو کچھ بھی نہ ملے تو وہ آیندہ بھی اس مسجد میں خدمت کے لئے آمادہ ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور اہل مسجد کا امتحان یہ ہے کہ اگر یہ قاری اور سامع ان کی مسجد میں نہ آئیں تو بھی یہ لوگ ان کی خدمت کرتے ہیں یا نہیں؟ اب دور حاضر کے لوگوں کو اس کسوٹی پر لایئے، قاری اور سامع کو اگر کسی مسجد سے کچھ نہ ملا تو عموماً آیندہ وہ اس مسجد کی طرف رخ بھی نہیں کریں گے اور اہل مسجد کا یہ حال ہے کہ جس قاری یا سامع نے ان کی مسجد میں کام نہیں کیا وہ خواہ کتنا ہی محتاج ہو، عموماً ان کو اس کی زبوں حالی پر قطعاً کوئی رحم نہیں آتا، اس سے ثابت ہوا کہ جانبین کی نیت معاوضہ کی ہے اور للہیت کے دعوے میں جھوٹے ہیں، لہٰذا اس طرح سننے اور سنانے والے سب سخت گنہگار اور فاسق ہیں اور ایسے قاری کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

فرائض میں فاسق کی امامت کا یہ حکم ہے کہ اگر صالح امام میسر نہ ہو یا فاسق امام کو ہٹانے کی قدرت نہ ہو تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لی جائے، جماعت ترک نہ کی جائے، مگر تراویح کا حکم یہ ہے کہ کسی حال میں بھی فاسق کی اقتداء میں جائز نہیں، اگر صالح حافظ نہ ملے تو چھوٹی سورتوں سے تراویح پڑھ لی جائیں، اگر محلہ کی مسجد میں ایسا حافظ تراویح پڑھائے تو فرض مسجد میں جماعت کے ساتھ اداء کرکے تراویح الگ مکان میں پڑھیں۔

بالفرض کسی قاری کا مقصود معاوضہ نہ ہو تو بھی لین دین کے عرف کی وجہ سے اس کی توقع ہوگی اور کچھ نہ ملنے پر افسوس ہوگا، یہ اشراف نفس ہے جو حرام ہے۔

اگر کسی قاری کو اشراف نفس سے بھی پاک تصور کرلیا جائے تو بھی اس لین دین میں عام مروج فعل حرام سے مشابہت اور اس کی تائید ہوتی ہے، علاوہ ازیں دینی غیرت کے بھی خلاف ہے، اس لئے بہرکیف اس سے کلی اجتناب واجب ہے۔

واللہ الموفق۔

تراویح کی اُجرت کے عدم جواز پر اشکال کا جواب:

سوال: حافظ قرآن کو تراویح میں قرآن سنانے اور سامع کو سننے کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو امامت و خطابت اور تدریس پر اجرت لینا کیوں جائز ہے؟ یہ بھی تو دین کے کام ہیں۔ (محمد عیسیٰ سعید۔ بگرام، ظفر محمد۔ جہلم)

جواب: تراویح کی اجرت ناجائز اور امامت و خطابت اور تدریس کی اجرت جائز ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ دین کی حفاظت فرض ہے اور دین کی حفاظت اور بقاء امامت و خطابت اور درس و تدریس پر موقوف ہے، اگر ان امور پر اجرت لینے کو ناجائز قرار دیا جائے تو بیت المال کا نظام (جو ان شعبوں میں ہمہ تن مشغول رہنے والے علماء و ائمہ کی کفالت کا ضامن ہوا کرتا تھا) نہ ہونے کی وجہ سے سب اپنی معاشی ضروریات پوری کرنے کے لئے ذرائع معاش اختیار کرنے پر مجبور ہوں گے اور ان خدمات کے لئے افراد کا ملنا مشکل بلکہ محال ہو جائے گا، نتیجۃً مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی سے تمام احکام شرعیہ رفتہ رفتہ مٹ جائیں گے۔ اس لئے بیت المال کا نظام درہم برہم ہو جانے کے بعد متاخرین فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان امور دینیہ پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے۔

جبکہ تراویح میں قرآن سنانے پر دین کی حفاظت و بقاء موقوف نہیں، نیز رمضان سال میں صرف ایک بار آتا ہے، حافظ قرآن کا کوئی نہ کوئی ذریعۂ معاش یا درس و تدریس کا سلسلہ ہوتا ہے، جس سے وہ پورا سال گزر بسر کرتا ہے، اس کی معاش اسی ایک ماہ کی اجرت پر موقوف نہیں ہوتی، اس لئے فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ تراویح میں قرآن سنانے کی اجرت جائز نہیں، لینے اور دینے والے دونوں فریق گنہگار ہوں گے۔

اگر کسی امام و خطیب یا مدرس کو معاشی تنگی کا سامنا ہے اور تنخواہ سے اس کا گزارا مشکل ہے تو اہل محلہ کی دینی و اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی تنخواہ میں بقدر ضرورت اضافہ کریں تاکہ وہ فراغت اور دلجمعی سے دینی خدمات سرانجام دے

سکے، یہ مسلمانوں کی دنیوی اور جسمانی ضروریات سے زیادہ بڑی اور اہم ضرورت ہے کہ علماء، وائمہ اور حفاظ وقراء، کو معاشی ضرورتوں سے بے فکر کر کے انہیں خدمات دینیہ کے لئے فارغ رکھیں، اسی میں عوام اوران کی آیندہ نسلوں کے دین کی حفاظت ہے۔

علماء وائمہ کو بھی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے پر قناعت کریں اور اخلاص واستغناء سے اصول شرعیہ کے مطابق خدمت دین میں مشغول رہیں، اللہ تعالیٰ خود ان کی ہر ضرورت کے پورا ہونے کا غیب سے انتظام فرمائیں گے اور عزت سے کھلائیں گے۔

حفاظ کرام چند ٹکوں کی خاطر للہ قرآن سنانے کے اجر عظیم سے خود کو کیوں محروم کرتے ہیں؟ حدیث میں ہے:

''اقرؤا القرآن ولا تاکلوا بہ.''

ترجمہ: قرآن پڑھو اور اسے کسب کا ذریعہ نہ بناؤ۔

عالم اسلام کے مایہ ناز فقیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''ردالمحتار'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''وان القراءۃ لشئی من الدنیا لا یجوز وان الآخذ و المعطی اثمان''

یعنی دنیا کی کسی چیز کی خاطر قرآن کی تلاوت نا جائز ہے، لینے اور دینے والا دونوں یقیناً گنہگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ سب کو اپنی مرضی کے مطابق خدمت دین کی توفیق عطاء فرمائیں۔

واللہ الموفق و ہو المعین.

ڈاڑھی کٹانے والے کے پیچھے تراویح جائز نہیں:

سوال: زید امام مسجد ہے، وہ اپنی ڈاڑھی کو کبھی مشین سے خشخشی کراتا ہے اور کبھی قینچی سے کتراتا ہے، یعنی اس کی ڈاڑھی ایک مشت سے کم ہے، اگر کوئی اس سے پوچھے کہ آپ ایک مشت یا اس سے زیادہ کیوں نہیں رکھتے تو جواب دیتا ہے کہ ڈاڑھی کا صرف منہ پر آنا ضروری ہے، ایک مشت یا اس سے زیادہ رکھنا ضروری نہیں، زید کے اس جواب کی شرعی نوعیت کیا ہے اور ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

بکر حافظ قرآن اور خوش الحان ہے اور وہ بھی اپنی ڈاڑھی کتراتا ہے، اس کی ڈاڑھی زید کی طرح ہے، صورت وسیرت میں متبع شریعت حفاظ بآسانی مل سکتے ہیں، اگر کسی مسجد کی انتظامیہ کے کچھ ارکان بکر کو تراویح میں قرآن سنانے کے لئے مقرر کردیں تو حافظ مذکور کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ جو مسجد کی انتظامیہ کمیٹی کے صدر یا ممبر ہونے کی وجہ سے پابند شریعت حافظ کی جگہ بکر جیسے کا تقرر کریں جب کہ ان کو مسئلہ بھی بتادیا جائے، ایسے ارکان کے لئے شریعت مقدسہ کا کیا حکم ہے؟ ایسے حافظ یا ائمہ جو ڈاڑھی کترا کر مشت سے کم رکھ کر تراویح یا پنجگانہ نماز کے امام بن جاتے ہیں، ان کے لئے شریعت مقدسہ کا کیا حکم ہے؟ مساجد و مدارس عربیہ کی انتظامیہ کمیٹی کا صدر یا متولی یا مہتمم کا صورت وسیرت میں حتی الوسع متبع شریعت ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ وما کانوا اولیآءہ ان اولیآؤہ الا المتقون۔ (سورہ انفال: آیت: ۳۴) کا مفہوم کیا ہوگا؟

جواب: ڈاڑھی ایک مشت سے کم کرنا بالاتفاق حرام ہے بلکہ شریعت کی علانیہ بغاوت ہونے کی وجہ سے دوسرے کبائر سے بھی شدید گناہ ہے، لہٰذا زید فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، متبع شریعت حافظ نہ ملے تو بھی فاسق کو تراویح کا امام بنانا جائز نہیں، فرائض میں صالح امام میسر نہ ہو تو جماعت نہ چھوڑے بلکہ اس کے پیچھے فرض نماز پڑھ لے مگر تراویح میں فاسق کی اقتداء کسی صورت میں بھی جائز نہیں، صالح حافظ نہ ملنے کی صورت میں تراویح چھوٹی سورتوں سے پڑھی جائے، اگر ڈاڑھی کٹانے والے کو مسجد کی منتظمہ متعین کردے تو بھی اس کی اقتداء میں تراویح پڑھنا جائز نہیں، ایسے ارکان جو مسئلہ کا علم ہونے کے بعد بھی فاسق کو امام متعین کرنے پر بضد ہوں، خود فاسق ہیں، اہل محلّہ پر فرض ہے کہ ایسے بے دین ارکان کو مسجد کی مجلس منتظمہ سے فوراً برطرف کردیں، یہ لوگ اس منصب کے اہل نہیں، اگر اہل محلّہ کو اس پر قدرت نہیں تو حکومت پر فرض ہے کہ ان کو اس مقدس منصب سے برطرف کرے اور ان کو مناسب سزا دے۔

مساجد اور مدارس عربیہ کے کارکنوں کو ظاہراً اور باطناً متبع شریعت ہونا ضروری ہے، اگر کوئی رکن متبع شریعت نہیں تو وہ بھی واجب العزل ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

ڈاڑھی کٹانے سے توبہ کے بعد ڈاڑھی پوری ہونے سے پہلے امامت:

سوال: ایک حافظ صاحب کو تراویح کیلئے امام مقرر کیا گیا، جن کی ڈاڑھی ایک مشت سے بہت چھوٹی تھی، حافظ صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے ڈاڑھی کٹانے سے توبہ کرلی ہے۔ ایک مقتدر مولوی صاحب سے مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے تحریری فتویٰ ارسال فرمایا کہ حافظ صاحب آیندہ ڈاڑھی نہ کٹانے کا عہد کرنے کے بعد بھی جب تک ان کی ڈاڑھی ایک مشت تک نہ پہنچے، تراویح کی امامت کے شرعاً اہل نہیں۔ حافظ صاحب کے متعلقین نے جواز کی کوشش میں ایک دوسرے مولوی صاحب سے رجوع کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ چونکہ حافظ صاحب نے توبہ کرلی ہے اور توبہ سے کبائر بھی معاف ہوجاتے ہیں، لہٰذا اب اس کی امامت میں کوئی کراہت نہیں، اس بناء پر مقتدیوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا ہے اور کچھ لوگ اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مساجد میں چلے گئے ہیں۔ آپ وضاحت فرمائیں کہ دونوں مولوی صاحبان میں سے کس کا فتویٰ صحیح ہے؟ (ابن عبدالغفار۔ چنیوٹ، محمد عثمان پٹھان۔ گھوٹکی)

جواب: توبہ کے باوجود ڈاڑھی پوری ہونے سے پہلے ایسے شخص کی امامت دو وجہ سے مکروہ ہے:

(۱) اس پر تاحال اثرِ صلاح نمایاں نہیں ہوا، یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ آیندہ اس کبیرہ سے اجتناب کا اہتمام کرے گا یا نہیں، بہت سے حفاظ کی عادت ہے کہ وہ صرف رمضان میں قرآن سنانے کیلئے ڈاڑھی رکھتے ہیں، رمضان کے بعد پھر منڈا دیتے ہیں یا کٹوا دیتے ہیں، جیسا کہ اختصار کردہ استفتاء کی تفصیل سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

(۲) جن لوگوں کو توبہ کا علم نہیں ان کو مغالطہ ہوگا اور وہ یہی سمجھیں گے کہ فاسق نماز پڑھا رہا ہے، اس سے نمازیوں میں اختلاف وانتشار پیدا ہوگا، جیسا کہ سوال میں بھی مذکور ہے۔

لہٰذا ایسے حافظ کو تراویح میں امام بنانے سے احتراز کیا جائے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(۱) عن عائشة رضی الله عنها ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یعتکف العشر الا واخر من رمضان حتی تو فاه الله ثم اعتکف ازواجه من بعده. (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی، پھر اس کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے اعتکاف کا معمول جاری رکھا۔

(۲) عن ابن عباس رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فی المعتکف هو یعتکف الذنوب و یجزی له من الحسنات کعامل الحسنات کلها. (ابن ماجه)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معتکف کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اس کو ان تمام اچھے کاموں کا جو وہ اعتکاف کی وجہ سے نہیں کرسکتا ایسے ہی بدلہ دیا جائے گا جیسا کہ نیکی کرنے والے کو دیا جاتا ہے۔

اعتکاف کی تعریف اوراس کی شرائط:

اعتکاف کہتے ہیں عبادت کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنے کو، صحت اعتکاف کے لئے درج ذیل شرائط کا وجود ضروری ہے:

(۱) مسلمان ہونا، کافر کا اعتکاف نہیں۔

(۲) عاقل ہونا، مجنون کا اعتکاف نہیں۔ بالغ ہونا شرط نہیں اس لئے نابالغ سمجھدار بچہ بھی اعتکاف بیٹھ سکتا ہے۔

(۳) جنابت سے پاک ہونا، ناپاک شخص کا مسجد میں داخلہ ممنوع ہے۔

(۴) اعتکاف کی نیت کرنا، بلانیت مسجد میں بیٹھنے سے اعتکاف نہ ہوگا۔

(۵) جس جگہ اعتکاف بیٹھے وہ جگہ شرعی مسجد ہو۔

(۶) سنت اور واجب اعتکاف میں روزہ سے ہونا۔ (عالمگیریہ ص ۱۲۳ ج۱، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۳۸۱)

مسجد کی حد:

مسجد سے مراد خاص وہ حصہ زمین ہے جو نماز کے لئے تیار کیا گیا ہو، یعنی اندر کا کمرہ، برآمدہ اور صحن۔ باقی جو حصہ اس سے خارج ہو وہ مسجد کے حکم میں نہیں، خواہ ضروریات مسجد ہی کے لئے وقف ہو، جیسے امام کا حجرہ، مسجد سے ملحق مدرسہ، جنازہ گاہ، وضوخانہ، غسل خانہ، استنجاخانے۔ یہ تمام جگہیں مسجد سے خارج ہیں، اگر معتکف نے بلاضرورت ان میں قدم رکھا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

مسجد سے نکلنے کی حد:

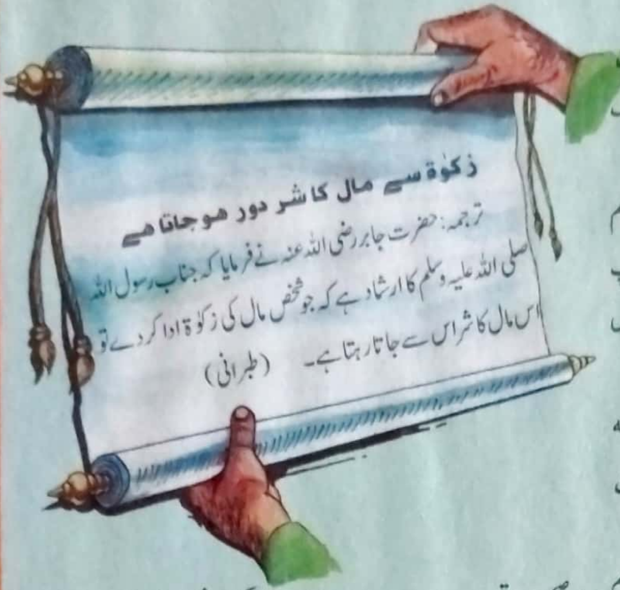
مسجد سے باہر نکلنے کا حکم تب لگے گا جب دونوں پاؤں مسجد سے باہر ہوں اور دیکھنے والے یہی سمجھیں کہ یہ مسجد سے باہر ہے، لہٰذا صرف سر باہر نکالنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔

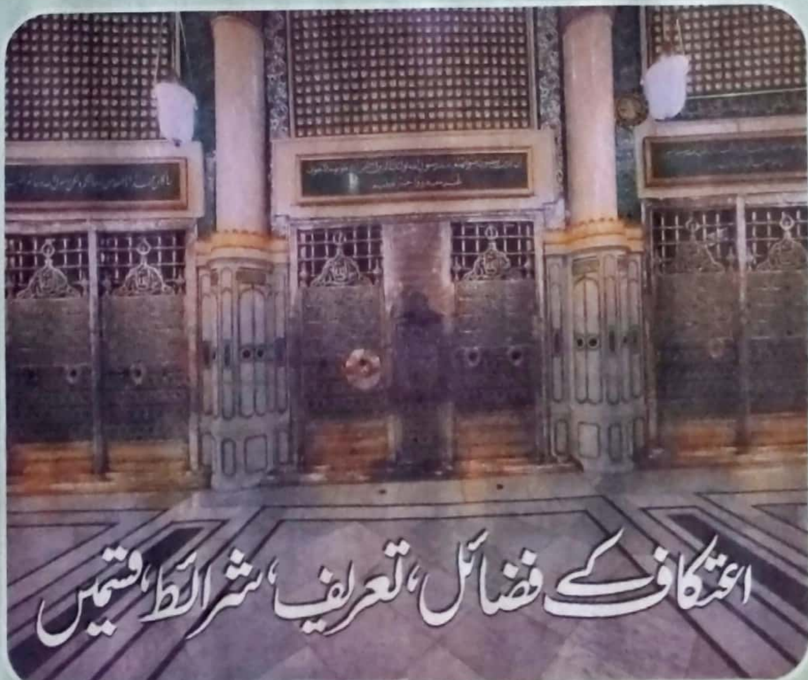
مسجد کی چھت یا زینہ پر چڑھنا:

مسجد کی چھت کا بھی وہی حکم ہے جو مسجد کا، اسی طرح مسجد کئی منزلہ ہو تو اوپر نیچے کی تمام منزلوں کا ایک ہی حکم ہے، معتکف سب میں آجا سکتا ہے۔ بشرطیکہ آنے جانے کا زینہ حدود مسجد کے اندر ہو۔

حدود مسجد سے لاپروائی:

اس مسئلہ میں بہت سے معتکف کوتاہی کا شکار ہو کر اپنا اعتکاف توڑ بیٹھتے ہیں، اس لئے معتکف کو چاہئے کہ اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے متولی مسجد سے پوچھ کر مسجد کی حدود پوری طرح معلوم کرلے۔





اعتکاف کی قسمیں

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

(۱) واجب: جس کی منت مان لی جائے خواہ منت کسی شرط پر موقوف ہو، مثلاً میرا فلاں کام ہوگیا تو اتنے دن کا اعتکاف کروں گا۔ یا منت کسی شرط کے بغیر ہو مثلاً اللہ تعالیٰ کے لئے اتنے دنوں کا اعتکاف میرے ذمہ ہے، منت کا اعتکاف اس صورت میں واجب ہوتا ہے کہ زبان سے الفاظ ادا کر کے اپنے ذمہ واجب کرے۔ صرف دل میں نیت کرنے سے منت نہیں ہوتی۔

(۲) مسنون: رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔

(۳) ان دو قسموں کے سوا جو اعتکاف کیا جائے وہ مستحب ہے۔

اعتکاف ہر محلّہ میں سنت کفایہ ہے:

رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف شہر کے ہر محلّہ کے حق میں سنت علی الکفایہ ہے۔ یعنی ہر محلّہ کی مسجد میں ایک آدمی اعتکاف بیٹھے ورنہ پورا محلّہ تارک سنت ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ۔ ص ۵۰۸ ج ۴)

اعتکاف کس مسجد میں افضل ہے:

اعتکاف کے لئے سب سے افضل جگہ مسجد حرام ہے، اس کے بعد مسجد نبوی پھر مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) پھر بڑی مسجد جس میں نمازی زیادہ آتے ہوں، بشرطیکہ اس میں پانچوں وقت جماعت ہوتی ہو، ورنہ اپنے محلّہ کی مسجد افضل ہے۔

مسنون اعتکاف کس وقت سے شروع ہوتا ہے:

مسنون اعتکاف میں بیٹھنے کے لئے ضروری ہے کہ ۲۰ رمضان کو غروب آفتاب سے پہلے پہلے مسجد میں داخل ہو جائے اور اعتکاف کی نیت بھی غروب سے پہلے کرلے، خواہ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے کرے یا داخل ہونے کے بعد کرے۔ اگر غروب کے بعد مسجد میں داخل ہوا، یا مسجد میں پہلے سے موجود تھا مگر نیت غروب کے بعد کی تو یہ اعتکاف مسنون نہ ہوگا، مستحب ہو جائے گا، اس لئے کہ پورے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف نہ ہوا۔

(امداد الفتاویٰ ص ۱۵۴ ج ۲۔ جواہر الفقہ ص ۳۸۳ ج ۱)



معتکف کے لئے مستحب امور:

اعتکاف میں بیٹھنے والے کے لئے درج ذیل کام مستحب ہیں:

(۱) لایعنی باتوں سے اپنے کو بچائے، زبان سے صرف کلمہ خیر نکالے۔

(۲) قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کرے۔

(۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے پاکیزہ حالات اور سلف صالحین کے واقعات وملفوظات کا مطالعہ کرے۔

(۴) اسی اثناء میں مسائل دینیہ (اہل حضرات یا مستند کتب کی مدد سے) سیکھنے پر خصوصی توجہ دے۔ (عالمگیریہ ص ۲۱۲ ج ۱۔ ردالمحتار ص ۴۵۰ ج ۲)

(۵) علاوہ ازیں نفل نمازوں (تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد، اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد) کی حتی الامکان پابندی رکھے۔

(۶) تمام اذکار مسنونہ پابندی سے پڑھے۔

(۷) درود شریف، کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت کرے۔

(۸) شب قدر کی پانچوں راتوں میں ممکن ہو تو رات بھر بیدار رہے اور انہیں مختلف قسم کی عبادات میں بسر کرے، نوافل اور ذکر وتلاوت کے علاوہ دعاء کی کثرت کرے۔

(۹) جہاں اپنے لئے دعاء کرے وہاں اپنے والدین، اعزہ واحباب، ملک وملت بلکہ پوری امت کے حق میں دعاء کرے۔

(۱۰) شب قدر کی راتوں میں یہ دعاء بھی اہتمام وتوجہ سے کرے:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ، تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ﴾

اے اللہ! بے شک آپ معاف کرنے والے ہیں، معافی کو پسند کرتے ہیں، پس مجھے بھی معاف کردیجئے۔

(ترمذی واحمد وابن ماجہ)

تنبیہ:

ان امور کی بجا آوری بقدر استطاعت کی جائے، اتنا زیادہ غلو جس سے دوسروں کو اعتکاف سے توحش ہو جائز نہیں۔

معتکف کے لئے جائز وناجائز امور

کھانا پینا وغیرہ:

درج ذیل کام صرف معتکف کے لئے مباح (جائز) ہیں:

مسجد میں کھانا پینا، لیٹنا اور آرام کرنا (ہدایہ ص۲۲ ج۱)

لباس تبدیل کرنا اور تیل لگانا (بدائع الصنائع ص۱۱۶ ج۱)

مگر تیل لگانے میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ مسجد کی چٹائی، دری یا مسجد کی اور کوئی چیز آلودہ نہ ہو، نہ بال مسجد میں گرنے پائیں، کوئی چادر وغیرہ بچھالیں، پھر اسے مسجد سے باہر مناسب جگہ جھڑوا دیں یا کسی تھیلی وغیرہ میں رکھیں، بعد میں مناسب جگہ ڈلوا دیں۔

جگہ تبدیل کرنا، یعنی مسجد میں ایک جگہ اعتکاف بیٹھنے کے بعد اٹھ کر دوسری جگہ بیٹھ جانا۔

نفل اعتکاف بیٹھنے والے کے لئے بھی یہ کام بلا کراہت مسجد میں جائز ہیں۔
(ردالمحتار ص۴۴۸ ج۲)

مسجد میں معتکف کا خرید وفروخت کرنا:

اپنی بیوی یا بچوں کی ضرورت سے مسجد میں کسی چیز کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے، مگر سودا سلف مسجد میں رکھنا جائز نہیں، ہاں اگر ایسی ہلکی پھلکی چیز ہو جو مسجد میں جگہ نہ گھیرے تو اسے لانے کی گنجائش ہے۔ اور جو چیز اپنی یا اہل وعیال کی ضرورت کی نہ ہو یا بنیت تجارت اس کی خرید وفروخت کی جائے تو یہ خرید وفروخت ناجائز ہے، گو کہ صرف زبانی ہی ہو۔
(ردالمحتار ص۴۴۸ ج۲)

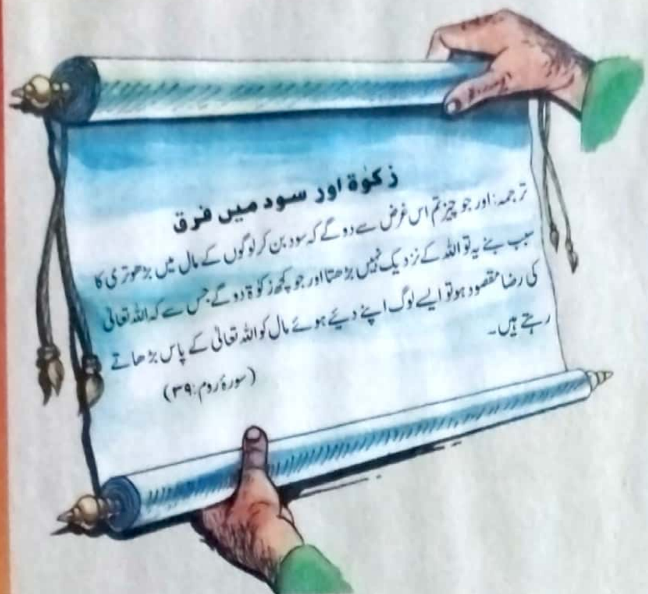
مباح باتیں کرنا:

بقدر ضرورت مباح باتیں کرنا درست ہے۔ (بدائع الصنائع)

بالکل خاموش رہنا بھی جب کہ اسے ثواب وقربت نہ سمجھے۔ (ردالمحتار ص۴۴۹ ج۲)

اور گفتگو کرنے میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ کسی دوسرے معتکف یا نمازی کی راحت وعبادت میں خلل نہ آئے، ورنہ یہ گفتگو ناجائز ہوگی۔

معتکف کا مسجد میں سر وغیرہ دھونا:



سر مسجد سے باہر نکال کر اور ڈاڑھی وغیرہ دھونا بھی جائز ہے، خواہ خود دھوئے یا کسی سے دھلوائے، اسی طرح مستعمل پانی کے لئے کوئی بڑا برتن رکھ کر ہاتھ منہ یا سر مسجد میں دھونا چاہے بلکہ وضو بھی کرنا چاہئے تو مضایقہ نہیں، بشرطیکہ پانی مسجد میں گرنے نہ پائے۔ (البحر الرائق ص۳۰۳ ج۲)

معتکف کے لئے نسوار، سگریٹ کا استعمال:

حقہ اور سگریٹ مسجد میں بیٹھ کر پینا جائز نہیں، اور معتکف کے لئے مسجد سے باہر جانا بھی جائز نہیں۔ اگر معتکف ان چیزوں کا عادی ہے تو اسے مدت اعتکاف میں ان چیزوں کو ترک کردینا چاہئے۔

اگر کسی کو شدید تقاضا ہو تو وہ کسی ضرورت کے موقع پر مسجد سے نکلے تو راستہ میں سگریٹ، بیڑی، نسوار استعمال کرلے، مگر اس کے بعد فوراً منہ سے بدبو زائل کردے۔

معتکف کا بضرورت محرم عورت سے ملنا:

کوئی ضروری کام درپیش ہو تو بیوی یا کوئی محرم خاتون (ماں، بیٹی، بہن، بھتیجی وغیرہ) مسجد میں آکر معتکف سے مل سکتی ہے، لیکن ضروری ہے کہ ایسے وقت آئے جب مسجد میں عام لوگ نہ ہوں اور باپردہ آئے، نیز اس موقع پر کسی دوسرے شخص کی نظر پڑ جائے تو اس کے سامنے فوری وضاحت کردے کہ یہ میری بیوی ہے یا محرم خاتون ہے، تاکہ اس کے لئے بدگمانی کا موقع نہ رہے۔

معتکف کا مسجد میں ٹہلنا:

معتکف کا بضرورت مسجد میں ٹہلنا جائز ہے۔

معتکف کا مسجد میں مریض کا علاج کرنا:

مسجد میں مریض کا حال سن کر یا معاینہ کرکے اسے بلا معاوضہ دواء یا علاج بتانا اور نسخہ لکھ دینا جائز ہے۔

معتکف کا مسجد میں حجامت بنوانا:

اپنی حجامت خود بنانا جائز ہے اور حجام سے بنوانے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر

بدون عوض کرتا ہے تو مسجد کے اندر جائز ہے اور اگر بالعوض کرتا ہے تو معتکف مسجد کے اندر رہے مگر حجام مسجد سے باہر بیٹھ کر حجامت بنائے۔ مسجد کے اندر اجرت سے کام کرنا جائز نہیں۔

معتکف کا مسجد میں کپڑے دھونا یا سینا:

معتکف کے لئے مسجد میں بوقت ضرورت اپنے کپڑے دھونا اور سینا جائز ہے، مگر یہ احتیاط ضروری ہے کہ پانی مسجد میں گرنے نہ پائے، واضح رہے کہ کپڑے دھونے کے لئے مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں۔

اعتکاف میں پردے لٹکانا:

اعتکاف میں پردے لٹکانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، معتکف کو چاہئے کہ دل جمعی ویکسوئی کے لئے پردے لٹکائے اور اس خلوت خانے میں دعاء و عبادت کا مشغلہ رکھے اور نمازوں کے اوقات میں اگر ضرورت ہو تو پردے اٹھالئے جائیں۔

معتکف کن امور کے لئے مسجد سے نکل سکتا ہے کن کے لئے نہیں؟

معتکف اذان کے لئے نکل سکتا ہے:

اذان دینے کی جگہ (مثلاً منارہ، حجرہ وغیرہ) اگر حدود مسجد کے اندر ہے تو معتکف کو اس میں جاکر اذان دینا بلاکراہت جائز ہے، بلکہ اذان کے علاوہ کسی دوسرے مقصد سے وہاں جانا چاہے تو مضایقہ نہیں۔ اور اگر یہ جگہ مسجد سے باہر ہے، لیکن اس میں جانے کا دروازہ مسجد کے اندر ہے تو اس میں بھی اذان دینے یا کسی دوسرے مقصد سے جانا جائز ہے، مگر احتیاط اس میں ہے کہ اذان کے سوا کسی دوسرے کام کے لئے اس میں نہ جائے۔

اور اگر یہ منارہ، حجرہ وغیرہ حدود مسجد سے باہر ہے تو معتکف اس میں صرف اذان دینے کے لئے جاسکتا ہے اور ان تینوں صورتوں میں یہ معتکف موذن ہو (یعنی اذان دینا اس کی ذمہ داری ہو) یا غیر موذن، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

(ردالمحتار ص ۴۴۵ ج ۲)

حاجات طبعیہ کے لئے نکلنا:

حاجات طبعیہ کے لئے نکلنا درست ہے جیسے پیشاب، پاخانہ اور غسل جنابت جبکہ حدود مسجد میں اس طور سے غسل کرنا ممکن نہ ہو کہ مستعمل پانی کا کوئی قطرہ مسجد میں گرنے نہ پائے۔ (ردالمحتار ص ۴۴۵ ج ۲)

بلغم ڈالنے یا ناک صاف کرنے کے لئے مسجد سے نکلنا:

بلغم ڈالنے یا ناک صاف کرنے کے لئے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، بوقت ضرورت اس مقصد کے لئے معتکف اگالدان مسجد میں رکھے یا مسجد میں ہی کھڑے ہو کر بلغم اور رینٹ باہر ڈال دے۔

وضو کے لئے مسجد سے باہر جانا:

اگر مسجد کے اندر بیٹھ کر وضو کرنے کی ایسی جگہ ہو کہ پانی مسجد سے باہر گرے تو مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، ورنہ جائز ہے۔ وضوء خواہ فرض نماز کے لئے ہو یا نفل یا تلاوت یا ذکر کرنے کے لئے، سب کا یہی حکم ہے۔

معتکف کا کھانا لانے کے لئے مسجد سے نکلنا:

گھر سے کوئی کھانا لانے والا نہ ہو تو ایسی مجبوری میں معتکف خود جاکر کھانا لاسکتا ہے، مگر وقت سے پہلے نکلنا جائز نہیں، اس لئے غروب آفتاب کے بعد جائز ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ کھانا لے کر فوراً واپس آجائے اور مسجد میں کھانا کھائے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۵۱۷ ج ۴)

حاجات شرعیہ کی وجہ سے مسجد سے نکلنا:

حاجات شرعیہ کے لئے نکلنا بھی جائز ہے، مثلاً کوئی ایسی مسجد میں اعتکاف بیٹھا ہے جس میں جمعہ نہیں ہوتا تو جمعہ کے لئے نکلنا جائز ہے اور اندازہ کرکے اذان ثانی سے اتنی دیر پہلے نکلے کہ جامع مسجد میں پہنچ کر دو رکعت تحیۃ الوضوء اور چار رکعت سنت اطمینان سے پڑھ کر اذان خطبہ سن سکے۔ اگر اندازہ کرنے میں غلطی لگ گئی اور اس سے پہلے پہنچ گیا تو بھی مضایقہ نہیں۔ اور جمعہ کے فرضوں سے سلام پھیر کر اطمینان سے چھ رکعات سنت پڑھ کر اپنی مسجد میں واپس آجائے۔ اگر اس سے زیادہ وقت جامع مسجد میں ٹھہر گیا یا جمعہ کے بعد نکلا ہی نہیں اور اعتکاف کے بقیہ ایام جامع مسجد ہی میں بیٹھ کر پورے کرلئے تب بھی جائز ہے، مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ یہ حکم شہر کا ہے۔

گاؤں کی مسجد میں اعتکاف کرنے والوں کے لئے جمعہ کے لئے نکلنا:

معتکف اگر گاؤں کی مسجد میں بیٹھا ہے تو جمعہ کے لئے شہر میں آنا جائز نہیں، ورنہ اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۵ ج ۳)

معتکف حاجت ضروریہ قریب سے پوری کرے:

کسی طبعی یا شرعی حاجت کے لئے نکلے تو حتی الامکان ایسی جگہ حاجت پوری کرکے لوٹے جو مسجد سے نزدیک ہو، مثلاً مسجد کے بیت الخلاء اور غسل خانے نزدیک ہوں اور گھر کے دور، یا کسی کے دو گھر ہیں، ایک مسجد سے نزدیک ہے دوسرا مسجد سے دور، تو نزدیک جاکر ضرورت پوری کرے، البتہ نزدیک والی جگہ سے طبیعت مانوس نہ ہو یا اور کوئی رکاوٹ حائل ہو، خواہ طبعی خواہ شرعی، تو دور کی جگہ جانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور کسی حاجت کے لئے نکلنے کے بعد یہ بھی ضروری نہیں کہ تیز رفتاری سے چلے، بلکہ طبعی رفتار سے چلتے ہوئے اطمینان سے حاجت پوری کرے۔ (عالمگیریہ ص ۲۱۳ ج ۱، ردالمحتار ص ۴۴۵ ج ۲)

معتکف کا نماز جنازہ اور عیادت کے لئے نکلنا:

اعتکاف منذور کی نذر مانتے وقت نماز جنازہ، عیادت مریض اور مجلس علم میں حاضری کے لئے خروج کا استثناء صحیح ہے اور نکلنا جائز ہے، بشرطیکہ نذر کی طرح استثناء بھی زبان سے کیا ہو، صرف دل کی نیت کافی نہیں، مگر مسنون اعتکاف میں یہ نیت کی تو وہ نفل ہوجائے گا، سنت ادا نہ ہوگی، مسنون اعتکاف صرف وہی ہے

جس میں کوئی استثناء نہ کیا ہو۔ اس میں نکلنا مفسد ہے، البتہ قضاء حاجت جیسی ضرورت کے لئے نکلنے پر دیکھا کہ راستہ ہی میں نماز جنازہ شروع ہو رہی ہے تو اس میں شریک ہو سکتا ہے، نماز سے قبل انتظار اور نماز کے بعد وہاں ٹھہرنا جائز نہیں، اسی طرح قضاء حاجت کے لئے اپنے راستے پر چلتے چلتے عیادت کرسکتا ہے، عیادت اور نماز جنازہ کے لئے راستہ سے کسی جانب مڑنا اور ٹھہرنا جائز نہیں۔

بیت الخلاء خالی ہونے کے لئے انتظار کرنا:

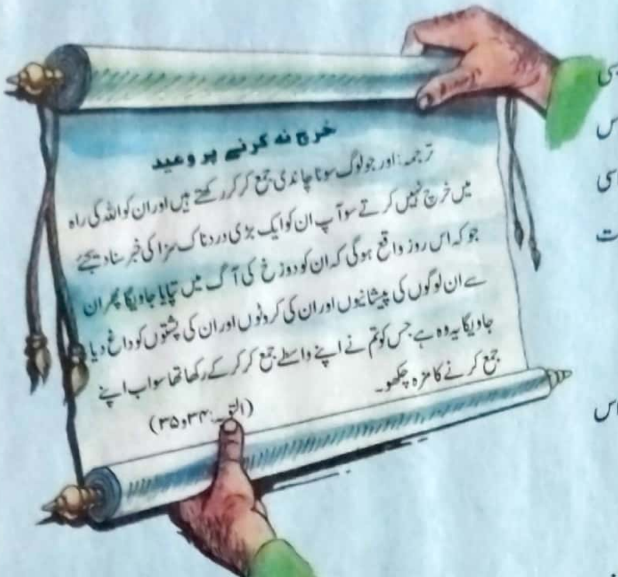
معتکف اگر قضائے حاجت کے لئے نکلا لیکن بیت الخلاء خالی نہیں تھا تو اس کے لئے وہیں انتظار کرنا درست ہے، اس سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔

معتکف اگر قضائے حاجت کے لئے نکلا تو غسل نہیں کرسکتا:

معتکف قضائے حاجت کے لئے نکلا تو غسل نہیں کرسکتا، اس سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا، البتہ اگر غسل خانہ بیت الخلاء کے ساتھ ہی ہو اور نہانے میں وضوء سے زیادہ دیر نہ لگے تو قضائے حاجت کے بعد غسل کی اجازت ہے، اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ مسجد ہی میں کپڑے اتار کر صرف لنگی میں چلا جائے اور نل کھول کر بدن پر پانی بہا کر نکل آئے نہ صابن لگائے اور نہ زیادہ ملے، اس طرح صفائی تو نہیں ہوگی لیکن ٹھنڈک حاصل ہو جائے گی اور اگر مسجد کی طرف چلتے چلتے تولیہ سے بدن صاف کرلے تو کافی حد تک صفائی بھی ہوسکتی ہے۔

معتکف کے لئے مکروہ امور:

جو باتیں اعتکاف سے باہر حرام یا مکروہ ہیں جیسے گالم گلوچ، فضول گفتگو، غیبت وعیب جوئی، ریاکاری، کسی بدبودار چیز کا استعمال، دوران اعتکاف ان کی حرمت اور کراہت اور بڑھ جاتی ہے، ایسا اخبار یا رسالہ دیکھنے میں مضایقہ نہیں جو جاندار کی تصویر سے پاک ہو اور اس کے مضامین بھی درست ہوں، لیکن اخبار کا کوئی صفحہ بھی



عموماً تصاویر اور جھوٹی خبروں سے پاک نہیں ہوتا، اس لئے اسے مسجد میں لانا کراہت سے خالی نہیں، بالخصوص اگر معتکف دینی مقتداء ہے تو عوام اس کے عمل سے غلط استدلال کریں گے۔

مسجد میں اجرت پر تعلیم دینا:

معتکف کے لئے اجرت لے کر تعلیم دینا مکروہ ہے، خواہ دینی ہو یا دنیوی یا اجرت پر کوئی اور عمل کرنا، البتہ جو شخص مسجد کا پہرے دار اور محافظ ہو اس کے لئے اجرت پر تعلیم کی گنجائش ہے۔

معتکف کا خاموش رہنا:

اسی طرح بالکل خاموشی اختیار کرلینا بھی مکروہ ہے جبکہ اسے فی نفسہ عبادت تصور کرے، اور اگر زبان کے گناہوں سے بچنے کے لئے خاموش رہے تو یہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔

عورت کا اعتکاف

عورت کو اعتکاف کے لئے شوہر کی اجازت ضروری ہے:

عورت کو اعتکاف میں بیٹھنے کے لئے خاوند سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے اور خاوند اسے اعتکاف سے منع بھی کرسکتا ہے، لیکن جب ایک بار اجازت دے دی تو اب منع نہیں کرسکتا۔

اجازت کے بعد شوہر بیوی سے ہم بستری نہیں کرسکتا:

خاوند نے جب اجازت دے دی تو اب اس کے لئے بیوی سے ہم بستر ہونا، بوس وکنار کرنا یا اس ارادہ سے بیوی کی اعتکاف گاہ میں داخل ہونا جائز نہیں، تاہم اس نے ہم بستری کرلی تو بیوی کا اعتکاف فاسد ہوگیا، ہم بستری کے سوا دوسری باتوں سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔

نابالغ بچوں کو اعتکاف بٹھانا:

سوال: آج کل مسجد میں نابالغ لڑکوں کو بھی اعتکاف بٹھا دیا جاتا ہے جو کہ پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا بچوں اور نابالغ لڑکوں کو اعتکاف بٹھایا جاسکتا ہے؟

(محبوب عالم)

جواب: اعتکاف عاقل بالغ مسلمانوں کیلئے مسنون ہے، بچوں کیلئے نہیں، سمجھدار بچے کا اعتکاف بیٹھنا اگرچہ فی نفسہ جائز ہے مگر اس زمانے میں بچوں کے اعتکاف بیٹھنے میں بہت سے مفاسد اور خرابیاں ہیں جن کے ہوتے ہوئے بچوں کو اعتکاف بٹھانا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مسنون اعتکاف کب ختم ہوگا؟

جب شوال کا چاند نظر آئے تو اعتکاف پورا ہو جاتا ہے معتکف اگر چاہے تو اسی وقت مسجد سے گھر چلا جائے لیکن افضل یہ ہے کہ رات مسجد ہی میں گزارے اور صبح عید کی نماز کے لئے مسجد ہی سے جائے، پھر عید کی نماز کے بعد گھر جائے۔

اعتکاف کن امور سے فاسد ہوتا ہے کن سے نہیں

معتکف کا جان بوجھ کر یا بھولے سے مسجد کی حدود سے نکلنا:

طبعی اور شرعی حاجات (جن کی تفصیل اور مباحات کے ذیل میں گزر چکی) کے سوا کسی بھی سبب سے مسجد سے باہر نکلنا اعتکاف کو توڑ دیتا ہے۔ یہ نکلنا خواہ لمحہ بھر کے لئے ہی ہو اور جان بوجھ کر ہو یا بھول کر، خوشی سے ہو یا مجبوری سے، البتہ مجبوری سے اعتکاف توڑا تو گناہ نہ ہوگا، مثلاً بیماری کے عذر سے نکلا۔

اگر مسجد گرنے لگی تھی اس لئے نکل گیا، یا جبراً نکال دیا اور نکلتے ہی فوراً دوسری مسجد میں چلا گیا تو اعتکاف نہیں ٹوٹا۔ پیشاب پاخانہ کے لئے نکلا تھا مگر قرض خواہ نے پکڑ کر روک لیا، یا جنازہ کے لئے نکلا، یا اپنا سامان تلف ہونے کا اندیشہ تھا، اس لئے نکل گیا، یا اعتکاف یاد نہ رہا اور بھول کر نکل گیا، تو ان تمام صورتوں میں نکلنے پر کوئی گناہ نہیں، گو کہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

بعض صورتوں میں اعتکاف توڑ دینا واجب ہے، مثلاً کوئی انسان ڈوب رہا ہے یا جل رہا ہے، اسے بچانے کے لئے، یا جنازہ تیار ہے اور اس پر نماز پڑھانے والا کوئی نہیں، یا ایسی گواہی کے لئے نکلنا جو اس کے ذمہ واجب ہے اور اس کے بغیر کسی کا حق مارا جاتا ہو۔

کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے لئے نکلنا:

معتکف کو کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے لئے نکلنا جائز نہیں، مسجد ہی میں کسی برتن میں دھولے، منجن یا مسواک وغیرہ وضوء کے ساتھ کر سکتا ہے، صرف منجن وغیرہ کے لئے نکلنا جائز نہیں، ان صورتوں میں بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ وضوء سے قبل یا بلا قصد وضوء، وضوء خانہ پر بیٹھ کر صابن سے ہاتھ دھونا بھی جائز نہیں، اسی طرح وضوء کے بعد وضوء خانہ پر کھڑے ہو کر رومال سے وضوء کا پانی خشک کرنا بھی جائز نہیں۔ ان صورتوں میں بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ جس طبعی یا شرعی ضرورت کے لئے نکلے، اس سے فارغ ہوتے ہی فوری مسجد میں لوٹ آئے ورنہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

دن میں کھا پی لینا:

دن میں قصداً کھا پی لیا تو روزہ کے ساتھ اعتکاف بھی ٹوٹ جائے گا اور بھول کر کھانے پینے سے روزہ کی طرح اعتکاف بھی نہیں ٹوٹتا۔

مرتد ہونا:

العیاذ باللہ کوئی مرتد ہوگیا، تو اعتکاف باطل ہو جائے گا اور اس کی قضاء بھی نہیں۔

مجنون یا بے ہوش ہونا:

بے ہوشی یا جنون اگر مسلسل اتنا وقت طاری رہے، جس میں ایک روزہ قضاء ہو جائے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اس سے کم مقدار میں ہو تو نہ ٹوٹے گا۔



احتلام ہو جانا:

احتلام ہونے سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا، احتلام ہونے پر معتکف کو چاہئے کہ بیدار ہوتے ہی پہلے تیمم کرلے، پھر فوری مسجد سے نکل جائے، جسے احتلام کا اندیشہ ہو اس کے لئے بہتر ہے کہ پہلے سے اپنے ساتھ کوئی ڈھیلا وغیرہ رکھ لے، ورنہ مسجد کی زمین پر ہی تیمم کرلے۔ اگر کسی ضرر کا اندیشہ ہو یا پانی ملنے میں کچھ دیر ہو یا پانی گرم ہو رہا ہو تو اسی تیمم کے ساتھ مسجد میں بیٹھ کر انتظار کرے۔

اعتکاف ٹوٹنے پر حکم قضاء:

نفل اعتکاف کی قضاء واجب نہیں، اس لئے کہ وہ مسجد سے نکلنے سے ٹوٹتا نہیں بلکہ ختم ہو جاتا ہے، اعتکاف منذور معین یا غیر معین ٹوٹ جائے تو سب ایام کی قضاء واجب ہے، نئے سرے سے اتنے دن پورے کرے کیونکہ ان میں تتابع (مسلسل رکھنا) لازم ہے اور عشرہ اخیرہ رمضان کے مسنون اعتکاف میں صرف اس دن کی قضاء واجب ہے، جس میں اعتکاف ٹوٹا۔ فساد کے بعد یہ اعتکاف نفل ہوگیا، ایک دن کی قضاء چاہے رمضان ہی میں کرلے یا رمضان کے بعد نفل روزہ کے ساتھ کرے۔ ایک دن کی قضاء میں رات دن دونوں کی قضاء واجب ہے یا صرف دن کی؟ قواعد سے یوں مفہوم ہوتا ہے کہ اعتکاف دن میں فاسد ہوا تو صرف دن کی قضاء واجب ہوگی، صبح صادق سے قبل شروع کر کے غروب آفتاب تک کرے، اور اگر رات میں اعتکاف فاسد ہوا تو رات دن دونوں کی قضاء واجب ہے، غروب آفتاب سے قبل شروع کر کے دوسرے روز غروب کے بعد ختم کرے۔

گناہوں کی معافی:

شب قدر کی اہمیت کیلئے قرآن کریم میں بیان کردہ مذکورہ فضیلت ہی کافی تھی، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو اس کی قدر ومنزلت بتانے کیلئے متعدد ارشادات فرمائے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

''جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کیلئے) کھڑا ہوا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔'' (بخاری)

تنبیہ:

حدیث بالا اور اس جیسی احادیث جن میں کسی عمل صالح سے گناہوں کی معافی کا ذکر آتا ہے، ان میں گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہوتے ہیں، اس لئے کہ قرآن کریم میں کبیرہ گناہوں کی معافی کو توبہ کے ساتھ مقید کیا ہے، اس لئے علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ اس لئے لیلۃ القدر کی عبادت ہو یا اور کوئی نیک عمل، اس کے فضائل پڑھ سن کر بے دریغ گناہ کرتے جانا اور معافی کی اُمید رکھنا جہالت ہے، کبیرہ گناہوں سے توبہ کا اہتمام لازم ہے، توبہ کے باوجود اس لغزش وخطا کے پتلے سے صغائر کا صدور ہوتا ہی رہتا ہے، شب قدر کی عبادت اور دوسرے اعمال صالحہ سے ان صغائر کی معافی بھی بہت بڑا انعام ہے۔

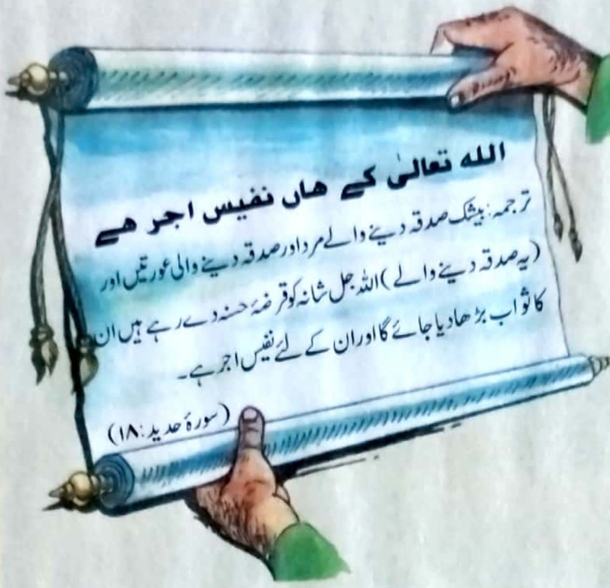
''نزاع واختلاف'' تعیین لیلۃ القدر کے اُٹھ جانے کا سبب:

حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں لیلۃ القدر کے بارے میں خبر دیں مگر دو مسلمان آپس میں جھگڑ رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس لئے آیا تھا تاکہ تمہیں شب قدر کی خبر دوں، مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، جس کی وجہ سے اس کی تعیین اُٹھالی گئی، کیا بعید ہے کہ یہ اُٹھالینا اللہ تعالیٰ کے علم میں بہتر ہو، اب اس رات کو نویں، ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔ (بخاری)

دوسری روایات کے پیش نظر یہ تین راتیں آخری عشرہ کی ہیں۔ اگر آخری عشرہ اول سے شمار کیا جائے تو ۲۹، ۲۷ اور ۲۵ بنتی ہیں اور آخر سے شمار کیا جائے اور چاند ۲۹ کا ہو تو ۲۱، ۲۳ اور ۲۵ بنتی ہیں اور ۳۰ کے چاند کی صورت میں ۲۲، ۲۴ اور ۲۶ بنتی ہیں۔

آپس کا اختلاف اور بغض وعناد اس قدر بُری چیز ہے کہ اس کی وجہ سے شب قدر کی تعیین ہمیشہ کیلئے اُٹھالی گئی، اختلاف ونزاع ہمیشہ برکات سے محرومی کا سبب ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں کی آبروریزی کو بدترین وخبیث ترین سود قرار دیا ہے۔ وہ لوگ جو ہر وقت دوسروں کا وقار گھٹانے کی فکر میں رہتے ہیں اور دوسرے کے حق میں اتہام والزام تک کا بے دریغ ارتکاب کرتے رہتے ہیں، ذرا چند لمحوں کیلئے تنہائی میں بیٹھ کر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کی روشنی میں غور کریں کہ وہ اپنے وقار کو کس قدر صدمہ پہنچا رہے ہیں اور اپنی ان ناپاک اور کمینہ حرکتوں سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کتنے ذلیل ہو رہے ہیں؟



لیلۃ القدر

ماہ مقدس کی راتوں میں سے ایک رات لیلۃ القدر کہلاتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر رب ذوالجلال کی طرف سے ہونے والی خصوصی عنایات میں سے ایک عظیم عنایت ورحمت ہے، قرآن مجید میں اس رات کو ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا گیا، ہزار مہینوں کے تراسی برس چار ماہ بنتے ہیں، جس خوش نصیب نے اس رات کو عبادت میں گزار دیا اس نے گویا تراسی برس چار ماہ سے زیادہ زمانہ عبادت میں گزارا۔ پہلی اُمتوں کی عُمریں سینکڑوں سال ہوتی تھیں، اگر کوئی اعمال صالحہ میں ان کی برابری کرنا بھی چاہے تو یہ اس کیلئے ممکن نہ تھا، مگر رب کائنات نے خیر الامم کو یہ مقدس شب ''شب قدر'' مرحمت فرما کر اُمم سابقہ کے ساتھ عبادت میں برابری بلکہ آگے بڑھ جانے کا سامان پیدا فرما دیا، اگر کسی خوش بخت کو زندگی بھر میں صرف دس راتیں ہی عبادت میں گزارنے کی توفیق نصیب ہو جائے تو گویا آٹھ سو تینتیس (۸۳۳) برس چار ماہ سے بھی زیادہ زمانہ کامل عبادت میں گزارنے کا ثواب حاصل ہو جائے۔ کیا کوئی ٹھکانہ ہے اس رحمت کا؟ پھر بھی اگر ہم اس رات کی اس عظیم فضیلت کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں اور مہینہ بھر غفلت میں گزار دیں تو کسی کا کیا نقصان ہے؟ اپنی ہی بدنصیبی ومحرومی ہے۔ سال بھر دُنیوی منافع کے حصول میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی تگ ودو میں لگے رہتے ہیں، اگر یہ ایک ماہ دُنیوی جھمیلوں سے یکسو ہو کر اپنے رب کریم کو راضی کرنے اور اس کی عبادت میں گزار دیں تو کیا قیامت آجائے گی؟ معمولی سی مشقت اور اجر وثواب کا اتنا بڑا ذخیرہ۔

اُمت مسلمہ خصوصاً دینی و جہادی جماعتوں کو سنجیدگی سے اپنے طرزِ عمل پر غور کرنا چاہئے اور آپس کی تمام رنجشوں کو ختم کرکے متفق و متحد ہوکر اپنے کام کو منظم کرنا چاہئے، ورنہ "وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَ تَذْهَبَ رِيحُكُمْ" کے پیشِ نظر اختلاف وانتشار کی صورت میں کامیابی کی راہ دور تو ہو سکتی ہے، نزدیک ہونے کا کوئی امکان نہیں۔

لیلۃ القدر اور آخری عشرہ:

اگرچہ لیلۃ القدر کی حتمی تعیین کا علم اُٹھا لیا گیا، مگر احتمال کے درجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عشرہ کی طاق راتیں عبادت میں گزارنے کا حکم دیا ہے۔

(بخاری، حدیث نمبر ۲۲۵)

جمہور علماء کے نزدیک رمضان خواہ ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا آخری عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے، اس حساب سے حدیث بالا کے مطابق شب قدر کی فضیلت حاصل کرنے کیلئے ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ کی رات کو عبادت کا خوب اہتمام کرنا چاہئے۔ جبکہ بعض علماء کے نزدیک اگر رمضان ۲۹ کا ہو تو آخری عشرہ بیسویں شب سے شروع ہوگا، اس حساب سے طاق راتیں، ۲۰، ۲۲، ۲۴، ۲۶، ۲۸ ہوں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر ہی کی فضیلت پانے کیلئے رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور وہ بالاتفاق اکیسویں شب سے شروع ہوتا تھا، اس لئے بھی جمہور کا قول زیادہ راجح ہے۔ تاہم دونوں اقوال پر لیلۃ القدر کا حصول جب ہی ممکن ہے کہ بیسویں شب سے لے کر عید کی رات تک ہر رات میں عبادت کا اہتمام کیا جائے، تراسی سال چار ماہ سے زیادہ زمانہ کی عبادت کا ثواب حاصل کرنے کیلئے دس گیارہ راتیں عبادت کرنا کوئی ایسی مشکل چیز نہیں۔

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال
صد سال میتواں بہ تمنا گریستن

لیلۃ القدر کا علم مرتفع ہونے کی مصلحتیں:

لیلۃ القدر کوئی معین رات نہیں، بعض کا قول ہے کہ پورے سال میں کوئی رات ہے، بعض کا قول ہے کہ پورے رمضان میں کوئی رات ہے، بعض نے کہا کہ آخری عشرے میں، پھر اس کی بھی طاق راتوں میں زیادہ احتمال ہے جس کی تائید حدیث بالا سے بھی ہوتی ہے۔

لیلۃ القدر کا علم مرتفع ہونے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا بعید ہے کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہو، اس کی پوری مصلحتیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں، تاہم علماء کرام نے چند مصلحتیں تحریر فرمائی ہیں:

۱۔ غفلت سے بچانا:

اگر معلوم ہوجاتا کہ فلاں رات لیلۃ القدر ہے تو اس رات میں تو عبادت کرتے اور دوسری راتوں میں سوتے رہتے، علم نہ ہونے کی صورت میں ہر رات کے بارے میں امکان ہے کہ یہی لیلۃ القدر ہو، اس لئے ہوشیار رہو، ہر وقت ہوشیار رہو۔

۲۔ سخت عذاب سے بچانا:

اگر پتا چل جاتا کہ فلاں رات ہے تو بہت سے لوگ اس میں بھی گناہ نہ چھوڑتے، اور نہیں تو کم از کم ڈاڑھی تو منڈا ہی لیتے یا کٹوا لیتے۔ شرعی پردہ سے بغاوت، غیبت کرنا، ٹخنے ڈھانکنا وغیرہ، بے شمار گناہ جنہیں آج کا مسلمان گناہ ہی نہیں سمجھتا، سب کچھ کرتا رہتا، لیلۃ القدر جیسی مقدس رات میں بھی اللہ تعالیٰ کی بغاوتوں اور نافرمانیوں سے باز نہ آتا تو اس پر عذاب بہت سخت ہوتا، اس لئے یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ لیلۃ القدر کا علم واپس لے کر بندوں کو سخت عذاب سے بچا لیا۔

(۳) افسردگی سے بچانا:

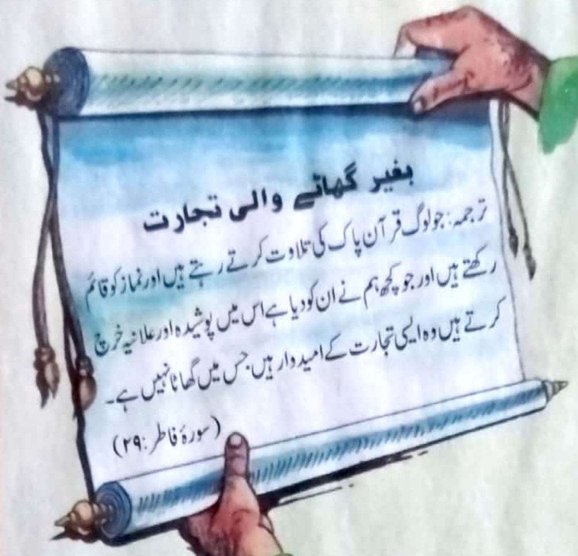
اگر کسی شخص سے وہ رات کسی عذر سے یا اتفاقاً چھوٹ جاتی تو افسردگی کی وجہ سے آئندہ راتوں میں سے کسی رات بھی عبادت نصیب نہ ہوتی، تعیین نہ ہونے کی وجہ سے کئی راتوں کی عبادت نصیب ہوجاتی ہے۔

(۴) زیادہ اجر دینا:

جتنی راتیں لیلۃ القدر کی طلب میں خرچ ہوتی ہیں ان کا مستقل ثواب علیحدہ ملے گا۔



چند غلط فہمیاں



گناہوں سے اجتناب نہ کرنا:

بہت سے لوگ خاص مواقع پر عبادت کا خوب اہتمام کرتے ہیں، مگر گناہوں سے بچنے بچانے کا اہتمام نہیں کرتے، بلکہ آج کل کے مسلمان نے بہت سے کبائر کو گناہوں کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے، مثلاً:

۱۔ مردوں کا ڈاڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا۔

۲۔ عورتوں کا غیر محارم قریبی رشتہ داروں دیور، جیٹھ، چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد، نندوئی، بہنوئی وغیرہ سے پردہ نہ کرنا۔

۳۔ ٹی وی، وی سی آر دیکھنا۔

۴۔ گانا باجا سننا۔

۵۔ بلا ضرورت تصویر کھنچوانا، دیکھنا، رکھنا۔

۶۔ بینک، انشورنس وغیرہ حرام ذرائع آمدن اختیار کرنا اور ایسے لوگوں کے ہاں دعوتیں کھانا اور تحائف قبول کرنا۔

۷۔ مردوں کا ٹخنے ڈھانکنا۔

۸۔ غیبت کرنا، سننا۔

جب تک ان کبائر سے بچنے بچانے کا اہتمام نہ کیا جائے نفل عبادت خواہ کتنی زیادہ کی جائے، نجات کیلئے کافی نہیں، اگر گناہوں سے بچنے بچانے کا اہتمام ہوا اور زیادہ نفل عبادت کرنے کا موقع نہ بھی ملے، فرائض و واجبات پر عمل کر لیا جائے تو ان شاء اللہ نجات ہو جائے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اتق المحارم تكن أعبد الناس"

یعنی اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ افعال و اعمال سے بچو، سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔

قرآن کریم میں ہے:

"انما يتقبل الله من المتقين"

یعنی اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچنے والوں کے اعمال ہی قبول فرماتے ہیں۔

بعض معاصی سے اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں بلکہ بعض اوقات کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

اس لئے جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس شخص کیلئے تباہی و بربادی کی بددعا فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر آمین کہا، جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا، پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔

جو شخص ایسے مبارک لمحات میں بھی گناہوں میں مست ہو وہ تباہی و بربادی ہی کا مستحق ہے۔ اس کی مغفرت کیلئے اس خیر و برکت والے مقدس مہینے سے زیادہ مقدس اور کون سا وقت ہوگا؟

نفل عبادت کرنے میں غلطیاں:

۱۔ بعض لوگ پوری رات نفل نماز پڑھنے ہی کو ضروری سمجھتے ہیں، اور بعض تو اس سے بڑھ کر بعض مخصوص سورتوں کے ساتھ خاص انداز سے نماز پڑھنا ضروری خیال کرتے ہیں، اس رات میں کسی خاص قسم کی عبادت کی تعیین نہیں، نفل نماز پڑھیں، تلاوت کریں، درود شریف پڑھیں، ذکر اللہ کریں، دُعاء مانگیں یا قلب کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر کے اس کے احسانات، انعامات، عظمت شان کو سوچ سوچ کر اس کی محبت دلوں میں اُتارنے اور بڑھانے کی کوشش کریں۔ یہ سب عبادت میں داخل ہے۔

۲۔ عموماً لوگ نفل پڑھنے کیلئے مساجد میں جانے کا اہتمام کرتے ہیں، جبکہ ہر قسم کی نفل عبادت کا ثواب مسجد کی بجائے گھر میں زیادہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو اور انہیں قبریں مت بناؤ" (بخاری و مسلم)

مطلب یہ ہے کہ جیسے قبرستان میں خاموشی ہوتی ہے، اس طرح گھروں کو ویران نہ بناؤ، بلکہ ذکر و عبادت سے آباد رکھا کرو۔ اس لئے گھر کی خواتین کو بھی عبادت کی ترغیب دے کر عبادت کا ماحول بنانا چاہئے اور مردوں کو نفل عبادت مسجد کی بجائے گھر میں کرنی چاہئے۔

۳۔ بعض جگہوں میں مساجد میں جمع ہو کر نوافل کی جماعت کرتے ہیں، نفل کی جماعت بہت بڑی بدعت اور گناہ ہے۔

۴۔ بہت سے لوگ طبیعت پر جبر کر کے چائے پی پی کر، لونگ چبا چبا کر جاگنے کی تدبیریں کرتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بعض لوگوں کی فجر کی نماز قضاء ہو جاتی ہے یا جماعت چھوٹ جاتی ہے یا نماز میں اونگھتے رہتے ہیں۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ نفل کی خاطر فرض یا واجب کو چھوڑ دیا جائے یا اس میں کوتاہی ہو۔ عبادت وہی مقصود و قابل قبول ہے جو رغبت و شوق سے ہو۔ انشراح صدر سے جتنی دیر عبادت کر سکیں کریں، جب تھکاوٹ ہو جائے یا نیند کا غلبہ ہو اور دلجمعی نہ رہے جس سے زبان سے کچھ کا کچھ نکلنے کا اندیشہ ہو تو سو جائیں، خصوصاً فجر کی نماز یا جماعت میں ہرگز کوتاہی نہ کریں۔

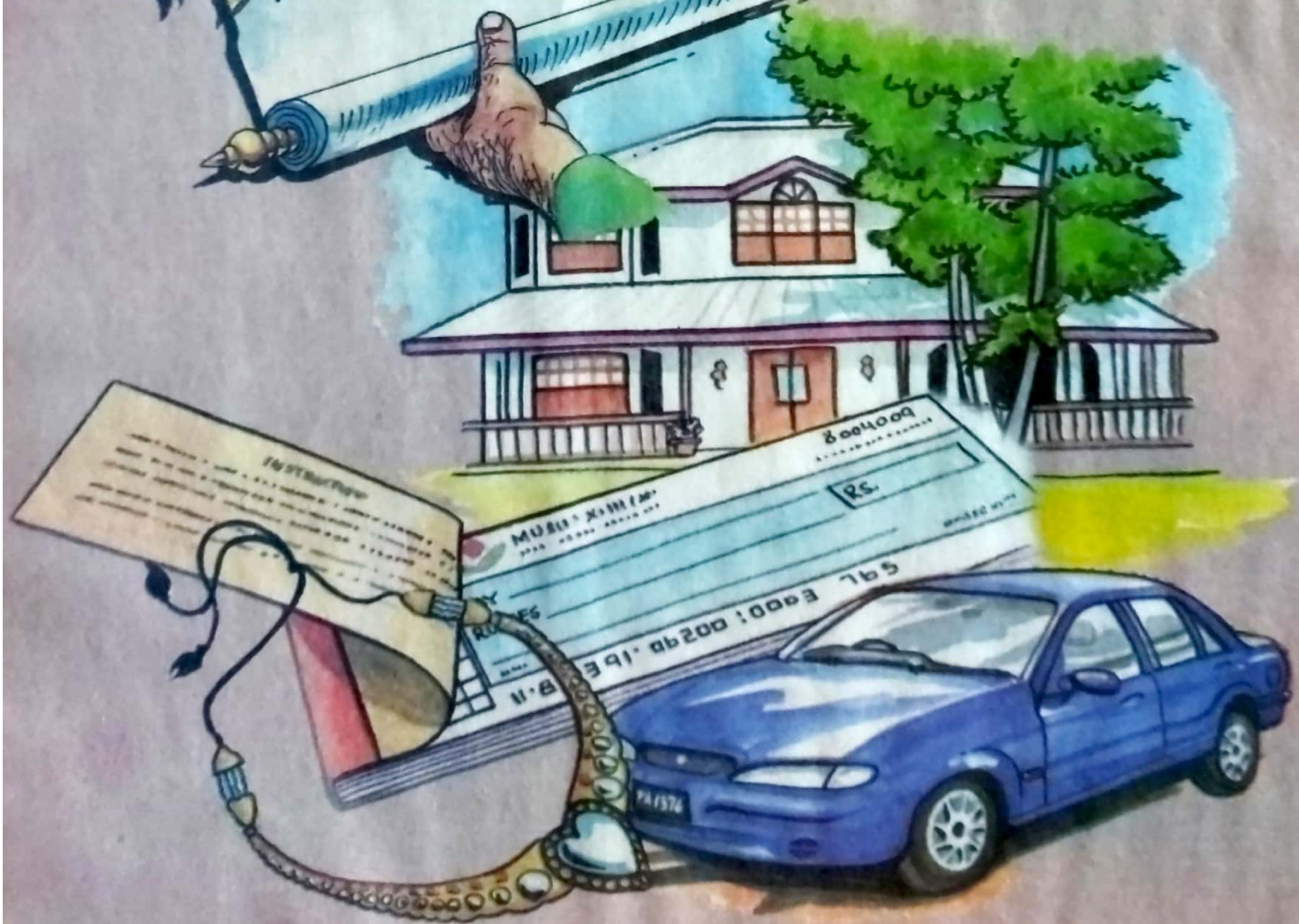
اصل چیز یہ ہے کہ دل میں اللہ کی محبت پیدا کرنے کی کوشش کریں، محبت پیدا ہو جائے تو ایک نہیں، ہزاروں راتیں عبادت میں گزاری جا سکتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کیلئے کسی عالم باعمل شیخ کامل کی صحبت اختیار کر کے ان سے اصلاحی تعلق قائم کیا جائے۔ واللہ الموفق وھو المعین۔

زکوٰۃ کے مسائل

زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعید

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے دولت عطاء فرمائی پھر اس نے اس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی تو وہ دولت قیامت کے دن اس آدمی کے سامنے ایسے زہریلے ناگ کی شکل میں آئے گی جس کے انتہائی زہریلے پن سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے ہوں اور اس کی آنکھوں کے اوپر دو سفید نقطے ہوں گے پھر وہ سانپ اس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا، پھر اس کی دونوں باچھیں پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیری دولت ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔

(بخاری)



ایک غلط دستور کی اصلاح:

سوال: عموماً لوگ زیادہ ثواب حاصل کرنے کی حرص میں زکوٰۃ صرف رمضان ہی میں اداء کرتے ہیں اور بعض لوگ رجب کو زکوٰۃ کا مہینہ سمجھتے ہیں اور اسی میں زکوٰۃ نکالتے ہیں، اگرچہ مال زکوٰۃ پر سال رجب یا رمضان سے پہلے گذر چکا ہو، کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ (عبداللہ۔ کراچی)

جواب: جس اسلامی مہینہ کی جس تاریخ کو کوئی شخص صاحب نصاب ہوا وہ تاریخ یاد رکھنا فرض ہے، ایک سال گزرنے کے بعد اسی ماہ کی اسی تاریخ کو زکوٰۃ واجب ہوئی، اس لئے اسی تاریخ کو زکوٰۃ کا حساب لگانا فرض ہے ورنہ لاکھوں روپے ذمہ میں واجب رہ سکتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص پر یکم جمادی الثانیہ یا یکم شعبان کو زکوٰۃ فرض ہوگئی تھی، یکم جمادی الثانیہ یا یکم شعبان کو اس کے پاس کل مال زکوٰۃ دس لاکھ مالیت کے برابر تھا، جمادی الثانیہ یا شعبان میں تجارت میں خسارہ ہوا یا آدھا مال خرچ ہوگیا اور یکم رجب یا یکم رمضان کو صرف پانچ لاکھ سرمایہ رہ گیا، ظاہر ہے یہ شخص اگر رمضان یا رجب میں زکوٰۃ کا حساب لگائے گا تو صرف پانچ لاکھ کی زکوٰۃ کا حساب لگائے گا جبکہ اس پر دس لاکھ کی زکوٰۃ اداء کرنا فرض ہے۔ اس لئے یہ جو دستور ہوگیا ہے کہ زکوٰۃ کا حساب صرف رمضان یا رجب میں کرتے ہیں بالکل غلط ہے، اس کی اصلاح ضروری ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص حساب تو اپنے وقت پر لگالیتا ہے مگر اداء کرنے کے لئے رمضان کا انتظار کرتا ہے تو اگرچہ مذکورہ بالا قباحت سے بچ جاتا ہے مگر اس میں بھی یہ خرابی ضرور ہے کہ اداء فرض میں بلا عذر تاخیر کرنے میں اندیشہ ہے کہ موت کا پیغام آجائے اور وہ فرض ذمہ میں باقی رہ جائے، بسا اوقات وصیت کرنے کا موقع بھی نہیں ملتا یا موقع ملنے کے باوجود اس میں عموماً غفلت ہوتی ہے، بلکہ وصیت کے باوجود بسا اوقات ورثہ زکوٰۃ اداء نہیں کرتے۔ ایسی صورت میں موت کے بعد بھی اس فرض کا اداء ہونا ممکن نہیں ہوتا، اس لئے جب زکوٰۃ فرض ہوجائے تو اسے جلد از جلد اداء کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، اس میں تاخیر کرنا صحیح نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

زکوٰۃ کس پر فرض ہے؟

سوال: کسی کے پاس سونا ساڑھے سات تولے اور چاندی ساڑھے باون تولے سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ (عمیر۔ کراچی)

جواب: سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ = ۸۷،۴۷۹ گرام اس شخص کے لئے ہے جس کے پاس صرف سونا ہو، چاندی، مال تجارت اور نقدی میں سے ذرا سی مقدار بھی نہ ہو۔ اسی طرح چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ = ۶۱۲،۳۵ گرام اس صورت میں ہے کہ صرف چاندی ہو، سونا، مال تجارت اور نقدی بالکل نہ ہو۔ اگر سونے یا چاندی کے ساتھ کوئی دوسرا مال زکوٰۃ بھی ہے مثلاً مال تجارت ہے خواہ ایک روپے کی مالیت کا ہو یا نقدی ہے خواہ چار آنے ہی ہو تو سب اموال زکوٰۃ کی قیمت لگائی جائے گی۔ اگر سب کی مالیت ۶۱۲،۳۵ گرام چاندی کی قیمت کے برابر یا زائد ہو تو زکوٰۃ فرض ہے۔

خلاصہ یہ کہ سونا ساڑھے سات تولہ = ۴۷۹، ۸۷ گرام، یا چاندی ساڑھے باون تولہ = ۶۱۲،۳۵ گرام، یا مال تجارت یا نقدی یا ان چاروں اشیاء یا ان میں سے بعض کا مجموعہ چاندی کے وزن مذکور کی قیمت کے برابر کسی شخص کے پاس ہو تو وہ صاحب نصاب ہے اور اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

عموماً جن خواتین کے پاس سونے چاندی کا زیور مذکور وزن سے کم ہوتا ہے وہ اس کی زکوٰۃ اداء نہیں کرتیں، حالانکہ عموماً ان کے پاس کچھ نہ کچھ نقدی ضرور ہوتی ہے، جس کی وجہ سے مذکور تفصیل کے مطابق ان پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، ہاں اگر کسی خاتون کے پاس صرف سونا یا صرف چاندی کا زیور ہو جو وزن مذکور سے کم ہو اور نقدی یا مال تجارت بالکل نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

مال تجارت کی تعریف:

مال تجارت سے مراد وہ چیز ہے جو تجارت کی نیت سے خریدی ہو اور یہی نیت تا حال باقی ہو۔ لہٰذا مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کوئی صورت ہو تو وہ مال تجارت نہ ہوگا اور اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

(۱) بوقت خرید تجارت کی نیت نہ تھی، بعد میں اگرچہ تجارت کی نیت کرلی ہو۔

(۲) بوقت خرید تجارت کی نیت تھی مگر بعد میں تجارت کی نیت نہیں رہی یا اس میں تسلسل نہیں رہا مثلاً درمیان میں یہ نیت کرلی کہ اس چیز کو فروخت نہیں کرے گا مگر بعد میں پھر فروخت کرنے کی نیت ہوگئی۔

(۳) خریدنے کی بجائے کسی دوسرے ذریعہ مثلاً ہبہ، تحفہ، میراث وغیرہ سے کوئی چیز ملی، اگرچہ ان ذرائع سے ملنے والی چیز کو وصول کرتے وقت تجارت کی نیت ہو۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

زکوٰۃ کن اموال پر فرض ہے؟

سوال: زکوٰۃ کس قسم کے اموال پر فرض ہوتی ہے؟ ٹریکٹر اور ٹیوب ویل جو کاشتکاری کے لئے استعمال ہوتے ہوں ان کی مالیت پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ (فیصل حیات۔ فیصل آباد)

جواب: زکوٰۃ چار قسم کے اموال پر فرض ہوتی ہے:

(۱) سونا (۲) چاندی (۳) نقدی (۴) مال تجارت، یعنی وہ چیز جو فروخت کرنے کی نیت سے خریدی ہو اور یہ نیت تا حال باقی ہو۔

ان چار قسم کے اموال کے سوا کسی مال پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ لہٰذا کارخانوں کا منجمد اثاثہ (مشینری وغیرہ) ٹریکٹر، ٹیوب ویل، استعمال کی گاڑی، کرایہ پر چلانے کی نیت سے خریدی گئی گاڑی، رہنے یا کرایہ پر دینے کے لئے مکان، اپنے ذاتی استعمال (مکان، دکان، نرسری وغیرہ بنانے) کی نیت سے خریدے گئے پلاٹ، فریج اور دوسرے گھریلو استعمال کے سامان پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

اس قاعدہ کو یاد رکھا جائے تو اس سلسلے میں کبھی پریشانی نہ ہو۔ بس یہ دیکھ لیا جائے کہ یہ چیز مذکورہ بالا چار قسم کے اموال میں سے کسی قسم میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر داخل ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے، ورنہ نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

تنبیہ: مذکورہ چار قسم کے اموال کے علاوہ جانوروں میں بھی زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، جس کا نصاب اور زکوٰۃ کی مقدار کا ضابطہ الگ ہے۔

زکوٰۃ کون لے سکتا ہے؟

سوال: کتنی مالیت رکھنے والا شخص زکوٰۃ لے سکتا ہے اور کتنی مالیت والے پر زکوٰۃ نہیں لگ سکتی؟ (اظہر۔ ملتان)

جواب: سونے، چاندی، مال تجارت اور گھر میں روزمرہ استعمال کی چیزوں سے زائد سامان کی قیمت لگا کر اس میں نقدی جمع کی جائے، ان پانچوں کے مجموعہ یا ان میں سے بعض کے مجموعہ کی مالیت ۶۱۲،۳۵ گرام چاندی کی قیمت سے کم ہو تو ایسا شخص زکوٰۃ کا مستحق ہے وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے اور اگر ان پانچوں یا ان میں سے بعض کا مجموعہ چاندی کے وزن مذکور کی قیمت کے برابر یا اس سے زائد ہے تو ایسا شخص زکوٰۃ نہیں لے سکتا۔

تین جوڑے کپڑے سے زائد لباس، ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر، یا ٹی وی اور وی سی آر جیسی خرافات انسانی حاجات میں داخل نہیں، اس لئے ان کی قیمت بھی حساب میں لگائی جائے گی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

نصاب زکوٰۃ پر سال گذرنے کا مطلب:

سوال: میں شوال کی پہلی تاریخ کو زکوٰۃ نکالتا ہوں، اگر رمضان کے آخر میں کچھ رقم آجائے تو کیا اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے؟ (شبیر۔ لاہور)

جواب: آپ قمری ماہ کی جس تاریخ کو صاحب نصاب ہوئے تھے، ہمیشہ وہی تاریخ آپ کی زکوٰۃ کے حساب کے لئے متعین رہے گی، اس تاریخ میں آپ کے پاس سونا، چاندی، مال تجارت اور نقدی جو کچھ بھی ہو خواہ ایک ہی روز قبل ملا ہو، سب پر زکوٰۃ فرض ہوگی،

زکوٰۃ کے مسائل



نصاب زکوٰۃ پر سال گذرنے کا مطلب:

سوال: میں شوال کی پہلی تاریخ کو زکوٰۃ نکالتا ہوں، اگر رمضان کے آخر میں کچھ رقم آجائے تو کیا اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے؟ (شبیر۔ لاہور)

جواب: آپ قمری ماہ کی جس تاریخ کو صاحب نصاب ہوئے تھے، ہمیشہ وہی تاریخ آپ کی زکوٰۃ کے حساب کے لئے متعین رہے گی، اس تاریخ میں آپ کے پاس سونا، چاندی، مال تجارت اور نقدی جو کچھ بھی ہو خواہ ایک ہی روز قبل ملا ہو، سب پر زکوٰۃ فرض ہوگی، زکوٰۃ کا حساب ہمیشہ اسی تاریخ میں کرنا فرض ہے، البتہ اگر درمیان میں مذکورہ چاروں اشیاء میں سے کسی بھی چیز کی تھوڑی سی مقدار بھی نہ رہی، سب چیزیں بالکل ختم ہوگئیں تو اب جس تاریخ میں آپ دوبارہ صاحب نصاب ہوں گے وہ متعین ہوگی۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ صاحب نصاب بننے کی تاریخ کا یاد رکھنا لازم ہے۔ اگر غفلت سے وہ تاریخ یاد رکھنے کا اہتمام نہیں کیا یا بھول گئے تو غور و فکر کے بعد جس تاریخ کا ظن غالب ہو وہ متعین ہوگی، اگر کسی تاریخ کا بھی ظن غالب نہ ہو تو خود کوئی قمری تاریخ متعین کر لی جائے اور آئندہ ہمیشہ اسی میں حساب کیا جائے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

نابالغ کے مال پر زکوٰۃ نہیں:

سوال: اگر نابالغ کو میراث یا ہبہ میں بقدر نصاب مال ملا تو اس کے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے یا نہیں؟ (فرحان۔ کراچی)

جواب: نابالغ کے مال میں زکوٰۃ فرض نہیں، کیونکہ وہ مکلف نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

زکوٰۃ میں کس مقام کی قیمت معتبر ہوگی؟

سوال: ادائیگی زکوٰۃ میں مال زکوٰۃ کی قیمت اس جگہ کی معتبر ہوگی جہاں زکوٰۃ ادا کرنے والا ہے یا اس مقام کی معتبر ہوگی جہاں مال موجود ہو؟ حولان حول (سال گذرنا) کہاں کا معتبر ہوگا؟ (عبدالحفیظ۔ سکھر)

جواب: جہاں مال موجود ہو وہاں کی قیمت معتبر ہوگی، حولان حول بھی وہیں کا معتبر ہوگا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

زکوٰۃ میں کس وقت کی قیمت معتبر ہوگی؟

سوال: مال زکوٰۃ میں کس وقت کی قیمت معتبر ہوگی، جس وقت زکوٰۃ واجب ہوئی یا جس وقت زکوٰۃ ادا کی جارہی ہے؟ (ابراہیم۔ سوات)

جواب: سونے یا چاندی کی زکوٰۃ اور عشر میں وقت وجوب یعنی جس وقت زکوٰۃ واجب ہوئی اس وقت کی قیمت معتبر ہے، البتہ جانوروں کی زکوٰۃ میں ادائیگی کے وقت کی قیمت کا اعتبار ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

بینک کا زکوٰۃ کاٹنا:

سوال: حکومت بینک میں جمع شدہ اموال کی زکوٰۃ کاٹتی ہے، کیا زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ دوبارہ ادا کرنا تو ضروری نہیں؟ (سید رؤف زرولی۔ صوابی)

جواب: اگرچہ حکومت کا طریق کار غلط ہے، تاہم ”مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کراچی“ کے فیصلے کے مطابق زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، دوبارہ ادا کرنا لازم نہیں۔

سپریم کورٹ کے تازہ فیصلے کے مطابق حنفی مسلک سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے لئے بھی درخواست دے کر زکوٰۃ کی کٹوتی سے استثناء کی رعایت دے دی گئی ہے، چونکہ تجارب سے ثابت ہوا ہے کہ حکومت زکوٰۃ کو مصارف زکوٰۃ میں صرف کرنے کے سلسلے میں احتیاط سے کام نہیں لیتی، اس لئے سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق دی گئی استثناء کی رعایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے درخواست دے کر استثناء حاصل کر لینا چاہئے اور زکوٰۃ صحیح مصرف میں خود خرچ کرنی چاہئے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

تجارتی پلاٹ پر زکوٰۃ فرض ہے:

سوال: ایک شخص پلاٹ خرید لیتا ہے، کچھ مدت اپنے قبضے میں رکھ کر گراں دام ملنے پر بیچ دیتا ہے، اگر اس کے پاس کئی پلاٹ ہوں جن کی قیمت مقدار نصاب کو پہنچ جاتی ہو تو ان پلاٹوں کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

(منصور۔ بورے والا)

جواب: یہ مال تجارت ہے لہٰذا اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ جو چیز بھی بیچنے کی نیت سے خریدی جائے اور یہ نیت تاحال باقی ہو، وہ مال تجارت میں داخل ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

زکوٰۃ میں قیمت فروخت لگائی جائے گی:

سوال: تجارت کے سامان کی زکوٰۃ خریدے ہوئے حساب سے اداء کی جائے گی یا جس نرخ سے فروخت کرے اس حساب سے؟ (حنیف۔ ملتان)

جواب: قیمت فروخت لگائی جائے گی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مد زکوٰۃ سے خیراتی دواخانہ کھولنے کا حکم:

سوال: ہم اپنے محلہ میں ایک دواخانہ کھولنا چاہتے ہیں، جس کا خرچ زکوٰۃ اور چرم قربانی کے پیسوں سے چلانا ہے، اس میں مریضوں سے بھی کچھ پیسے وصول کئے جائیں گے اور وہ پیسے بھی دواخانہ ہی میں خرچ ہوں گے۔ پوچھنا یہ ہے کہ شریعت کی رو سے اس طرح زکوٰۃ اداء ہو جاتی ہے یا نہیں اور اس سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟

(سعید اللہ۔ کراچی)

جواب: دواخانہ میں زکوٰۃ اور چرم قربانی کا مصرف صرف یہ ہے کہ اس رقم سے دوائیں خرید کر مساکین کو مفت دے دی جائیں، اس مد سے دواخانہ کے ڈاکٹروں اور دوسرے کارکنوں کی تنخواہ، مکان کا کرایہ، تعمیر اور فرنیچر وغیرہ مصارف پر خرچ کرنا جائز نہیں، اس سے زکوٰۃ اداء نہیں ہوگی۔ مساکین سے مد زکوٰۃ سے خریدی ہوئی دواؤں کے پیسے لینا اور وہ دوائیں غیر مساکین کو دینا جائز نہیں، بعض دواخانوں میں مد زکوٰۃ سے مریضوں کو خون دیا جاتا ہے، اس سے زکوٰۃ اداء نہیں ہوگی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

زکوٰۃ دینے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مصرف نہ تھا:

سوال: زید ہاشمی ہے، اس کو کسی نے زکوٰۃ دے دی

تواب زید کے لئے کیا حکم ہے؟ جس نے زکوٰۃ دی ہے اس کو واپس کرے یا زکوٰۃ اداء ہوگئی؟ اگر کسی دوسرے غیر مصرف میں زکوٰۃ اداء کردی مثلاً مالدار کو دیدی تو کیا حکم ہے؟ (حمید اللہ۔سوات)

جواب: اگر دینے والے نے غور و فکر کے بعد مصرف سمجھ کر زکوٰۃ دی تھی تو اس کی زکوٰۃ اداء ہوگئی، مگر زید کو اس کے زکوٰۃ ہونے کا علم ہوگیا تو اس پر لازم ہے کہ معطی (دینے والے) کو واپس کرے اور معطی دوبارہ زکوٰۃ اداء کرے، اگر واپس کرنا کسی وجہ سے ممکن نہ ہو تو مساکین پر صدقہ کردے اور اگر غور و فکر کے بغیر زکوٰۃ اداء کی یا غور و فکر کیا اور غیر مصرف ہونے کا گمان ہوا یا شک رہا، اس کے باوجود زکوٰۃ اداء کردی تو اس صورت میں اگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مصرف تھا تو زکوٰۃ اداء ہوگئی اور اگر بعد میں معلوم ہوا کہ مصرف نہ تھا تو زکوٰۃ اداء نہیں ہوئی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

بنام قرض زکوٰۃ دی تو اداء ہوگئی:

سوال: زید نے بکر کو سو روپے زکوٰۃ کی نیت سے دے دیئے اور زکوٰۃ کا نام نہیں لیا اور کہا کہ ان پیسوں سے اپنا کام کرلے، جب تیرے پاس ہوں دے دینا۔ زکوٰۃ کا نام اس لئے نہیں لیا کہ بکر زکوٰۃ لینے کو معیوب جانتا تھا، سال دو سال کے بعد بکر نے زید کو سو روپے واپس دے دیئے، اب زید وہ پیسے دوسرے مسکین کو دے دے یا کیا کرے؟ شرعاً اس طرح زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ (عبدالجبار۔ساہیوال)

جواب: زکوٰۃ اداء کرتے وقت زکوٰۃ کا ذکر ضروری نہیں، اس لئے یہ زکوٰۃ اداء ہوگئی تھی، واپس لینا جائز نہیں تھا، بکر کو واپس دینا لازم ہے، اگر زکوٰۃ کا اظہار مناسب نہ ہو تو بکر پر یوں ظاہر کرے کہ میں نے قرض معاف کردیا ہے یا ہدیہ کے نام سے واپس دیدے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مسکین کو قرض معاف کرنے سے زکوٰۃ اداء نہیں ہوتی:

سوال: ایک شخص کا کسی فقیر پر قرض ہے، اس نے مقروض فقیر سے کہا کہ میں نے تجھے اپنا قرض زکوٰۃ میں معاف کردیا، اس کے ایسا کہنے سے زکوٰۃ اداء ہوگئی یا نہیں؟ (اسلم۔تراڑکھل، آزاد کشمیر)

جواب: قرض معاف کرنے سے زکوٰۃ اداء نہیں ہوتی کیونکہ قرض دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت نہیں ہوتی۔ صحیح صورت یہ ہے کہ اس مسکین شخص کو زکوٰۃ کی رقم دے کر اپنے قرض میں واپس لے لی جائے، اگر خوشی سے واپس نہ کرے تو جبراً بھی لے سکتے ہیں، اگر یہ خطرہ ہو کہ وہ واپس نہیں کرے گا تو یہ تدبیر کی جائے کہ اس سے کہا جائے کہ وہ کسی دوسرے شخص کو وکیل بنائے جو اس کی طرف سے زکوٰۃ کی رقم وصول کرکے پھر معطی کا قرض اداء کردے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حج کے لئے جمع کرائی ہوئی رقوم پر زکوٰۃ کا حکم:

سوال: ایک شخص ہر سال یکم رمضان کو زکوٰۃ نکالتا ہے، اس سال اس کی حج پر جانے کی نیت ہے، لہٰذا اس نے حج پر جانے کے لئے پیشگی رقم جمع کرادی ہے، روانگی شعبان میں متوقع ہے، دریافت طلب یہ ہے کہ جو رقم جمع کی گئی ہے اس کی زکوٰۃ نکالنا فرض ہے یا نہیں؟ (محمد انور۔لاہور)

جواب: آمد و رفت کا کرایہ اور معلم کی فیس وغیرہ کے لئے جو رقم دی گئی ہے اس پر زکوٰۃ نہیں، اس سے زائد رقم جو کرنسی کی صورت میں اس کو واپس ملے گی اس میں سے یکم رمضان تک جو رقم بچے اس پر زکوٰۃ فرض ہے، جو خرچ ہوگئی اس پر نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

زکوٰۃ کی رقم الگ کر کے فوت ہوگیا:

سوال: زکوٰۃ کی نیت سے رقم الگ کرلی یا وکیل کو دے دی، اس حالت میں ادائیگی سے قبل انتقال ہوگیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ (آفتاب احمد۔باغ، آزاد کشمیر)

جواب: اگر میت نے اس کی وصیت



کی ہو تو یہ رقم زکوٰۃ میں دی جائے گی بشرطیکہ کل ترکہ کی ایک تہائی سے زائد نہ ہو، اگر تہائی سے زائد ہو تو صرف تہائی ترکہ کے برابر زکوٰۃ میں اداء کی جائے گی، زائد نہیں اور اگر وصیت نہیں کی تو ترکہ میں شمار کرکے ورثہ میں تقسیم ہوگی۔ البتہ وصیت کی صورت میں تمام ورثہ عاقل بالغ ہوں اور دلی خوشی سے تہائی سے زائد دیدیں اور وصیت نہ ہونے کی صورت میں بھی میت کی طرف سے زکوٰۃ اداء کردیں تو جائز ہے۔

قرض وصول ہونے کی امید نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں:

سوال: زید کا لوگوں پر قرض ہے، تقریباً تین سال سے مقروض لوگ صرف وعدے کرتے ہیں کہ ہم قرض اداء کریں گے لیکن اب تک کسی نے کچھ بھی اداء نہیں کیا، قرضداروں کی ظاہری حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض اداء نہیں کریں گے، ایسی صورت میں اس رقم کی زکوٰۃ زید پر واجب ہے یا نہیں؟ (گل شہزاد۔ہری پور، ہزارہ)

جواب: جو قرض وصول ہونے کی امید نہ ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، لیکن اگر یہ قرض وصول ہوجائے تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ بھی فرض ہوگی، اگر ایک ساتھ سارا قرض وصول نہ ہو تو کم از کم چالیس درھم = (ایک نصاب کا پانچواں حصہ) وصول ہونے پر اتنی مقدار کی زکوٰۃ لازم ہوگی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ اداء کرنے کا طریقہ:

سوال: ایک شخص نے دو تین سال کی زکوٰۃ اداء نہیں کی، اب وہ گزشتہ تین سالوں میں سے دوسرے اور تیسرے سال کل سرمایہ کی زکوٰۃ اداء کرے گا یا پہلے سال کی زکوٰۃ نکالنے کے بعد باقی سرمایہ کی زکوٰۃ اداء کرے گا؟ (حماد۔کراچی)

جواب: پہلے سال کی زکوٰۃ اداء کرنے کے بعد جو سرمایہ باقی بچا ہے دوسرے سال صرف اس کی زکوٰۃ اداء کرے، پھر اس کے بعد جو سرمایہ باقی ہے

تیسرے سال اس کی زکوٰۃ دے۔ یعنی ہر سال زکوٰۃ میں دی گئی رقم منہا کر کے باقی سرمایہ کی زکوٰۃ اداء کرے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

جن رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں:

سوال: زید نے اپنی لڑکی فاطمہ کو جائیداد میں سے کوئی حصہ نہیں دیا، فاطمہ کی شادی کے بعد اولاد بھی ہوگئی، اب زید فاطمہ یا اس کی اولاد کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟ اگر زید کا انتقال ہو جائے تو فاطمہ کے بھائی اس کو یا اس کی اولاد کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ (عبدالرحمٰن۔ مانسہرہ)

جواب: باپ اپنی بیٹی اور اس کی اولاد کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا، بھائی اپنی بہن اور اس کی اولاد کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ زکوٰۃ کا وراثت سے کوئی تعلق نہیں، زید کے انتقال کے بعد لڑکی کو اس کا حق وراثت دینا لازم ہے۔ زندگی میں والد اولاد کو جائیداد وغیرہ دینا چاہے تو عام حالات میں لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر دینا چاہئے، لڑکیوں کو محروم کرنے کی نیت سے سب جائیداد لڑکوں کو دے دینا ہر گز جائز نہیں، تاہم والد نے زندگی میں فاطمہ کو کچھ دیا ہو یا نہ دیا ہو زکوٰۃ کا وہی حکم ہے جو اوپر بیان ہوا، مندرجہ ذیل رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں:

(۱) اصول: یعنی جن سے پیدا ہوا ہے۔ ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ۔

(۲) فروع: یعنی اولاد۔ بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی وغیرہ۔

(۳) میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے، طلاق کے بعد بھی جب تک عدت نہیں گذر جاتی زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

وکیل کے پاس زکوٰۃ کی رقم ضائع ہوگئی تو زکوٰۃ اداء نہیں ہوئی:

سوال: زید نے خالد کو زکوٰۃ کی رقم کسی مسکین کو اداء کرنے کے لئے دی جو خالد کے پاس سے ضائع ہوگئی، ایسی صورت میں زید کے ذمہ جو زکوٰۃ واجب الاداء تھی وہ اداء ہوگئی یا نہیں؟ اگر اداء نہیں ہوئی تو کیا خالد کے ذمہ وہ رقم زید کو واپس کرنا واجب ہے؟ (سلطان عالم۔ کراچی)

جواب: زید کی زکوٰۃ اداء نہیں ہوئی، دوبارہ اداء کرنا لازم ہے۔ اگر خالد نے حفاظت میں غفلت نہیں برتی بلکہ جیسے اپنے مال کی حفاظت کا اہتمام کرتا ہے ویسا ہی اہتمام زکوٰۃ کی رقم کی حفاظت کا کیا تھا تو خالد کے ذمہ اس رقم کا واپس کرنا لازم نہیں ورنہ لازم ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

وکیل کا زکوٰۃ کی رقم میں ردو بدل کرنا:

سوال: ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو زکوٰۃ یا صدقات واجبہ کی مد سے کوئی رقم مساکین کو دینے کے لئے دی، اس وکیل نے وہ رقم بدل دی، مثلاً دس دس روپے کے دس نوٹ اس میں سے لئے اور سو روپے کا نوٹ اس میں رکھ دیا، ایسا کرنا جائز ہے یا جو رقم ملی ہے وہی مساکین کو دینا ضروری ہے؟ (رضاء اللہ۔ سوات)

جواب: زکوٰۃ بہر حال اداء ہو جائے گی، البتہ تبدیل کرنے کا جواز اس پر موقوف ہے کہ موکل کی طرف سے تبدیل کی اجازت صراحۃً یا دلالۃً موجود ہو، موجودہ زمانے میں عموماً اس کی اجازت ہوتی ہے اس لئے صراحۃً اجازت کی ضرورت نہیں، اس کے باوجود احتیاط اس میں ہے کہ صراحۃً اجازت لے لے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حوائج اصلیہ کیلئے رکھی ہوئی نقدی پر زکوٰۃ فرض ہے:

سوال: ایک شخص کے پاس کئی ہزار روپے جمع ہیں اس پر سال گذر چکا ہے مگر اس کے پاس نہ مکان ہے اور نہ ہی گھریلو سامان، ابھی شادی بھی نہیں کی، انہی ضروریات کے لئے پیسے جمع کر رہا ہے، اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

(حماد۔ راولپنڈی)

جواب: اس پر زکوٰۃ فرض ہے، البتہ اگر سال پورا ہونے سے قبل تعمیر مکان کا سامان یا گھریلو استعمال کی اشیاء وغیرہ خرید لیں اور بقیہ رقم بقدر نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

زکوٰۃ گاڑی کی مالیت پر ہے یا آمدن پر؟

سوال: ایک شخص نے تیس لاکھ روپے کی گاڑی خریدی جس کی سالانہ آمدن تقریباً تین لاکھ روپے ہے پوچھنا یہ ہے کہ زکوٰۃ گاڑی کی کل قیمت پر فرض ہے یا صرف آمدن پر؟ (فتح محمد توحیدی۔ سریاب، کوئٹہ)

جواب: گاڑی یا مشینری وغیرہ جو فروخت کرنے کی نیت سے نہ خریدی ہو اس کی قیمت پر زکوٰۃ نہیں بلکہ آمدن پر ہے، اگر یہ شخص پہلے سے صاحب نصاب ہے تو صاحب نصاب بننے کی قمری تاریخ کے دن ہر سال سونا، چاندی، نقدی اور مال تجارت کے مجموعہ کا چالیسواں حصہ یعنی اڑھائی فیصد زکوٰۃ فرض ہے۔ ہر چیز کا الگ حساب کرنے کی ضرورت نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

جو ہاشمی شجرہ نہ رکھتا ہو اس کا زکوٰۃ لینا:

سوال: ہمارا تعلق عباسی خاندان سے ہے، مگر کوئی شجرۂ نسب نہیں، جس سے یقینی طور پر معلوم ہو سکے کہ ہم واقعی عباسی ہیں۔ خاندان میں بعض افراد ایسے غریب یا بیمار ہوتے ہیں جن کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا، کیا ان کو زکوٰۃ دینے اور ان کے لئے لینے کی گنجائش ہے؟ اگر کسی نے دے دی تو اداء ہو جائے گی؟ (نعیم احمد عباسی۔ رحیم یار خان)

جواب: ثبوت نسب کے لئے عام شہرت کافی ہے، شجرہ ہونا ضروری نہیں، اس لئے عباسی کو زکوٰۃ دینا اور اس کے لئے لینا جائز نہیں، اس کو زکوٰۃ دینے سے اداء نہیں ہوگی۔

اگر کوئی عباسی حاجت مند ہو تو غیر زکوٰۃ سے اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے اور اس کو سعادت سمجھنا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی اتنی قدر بھی دل میں نہیں کہ مسلمان کہلانے والے اہل ثروت غیر زکوٰۃ سے ان کی مدد کریں تا کہ انہیں لوگوں کا میل کچیل لینے پر مجبور نہ ہونا پڑے۔ فالی اللہ المشتکی.

صدقۂ فطر

صدقۂ فطر کس شخص پر واجب ہے؟

سوال: صدقۂ فطر ہر اس آزاد مسلمان پر واجب ہے جو حاجات اصلیہ (مکان، لباس، سواری، ضروری ہتھیار وغیرہ) سے زائد نصاب کا مالک ہو، اس میں عاقل و بالغ ہونا شرط نہیں۔ (الجوہرۃ النیرۃ: ۱/۱۷۰)

بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ صدقۂ فطر صرف اس شخص پر فرض ہے جس کے ذمہ زکوٰۃ اداء کرنا فرض ہے، حالانکہ یہ درست نہیں، زکوٰۃ تو صرف سونے، چاندی، مال تجارت اور نقدی میں فرض ہوتی ہے، جبکہ صدقۂ فطر کے وجوب میں زائد از ضرورت اشیاء کو بھی شامل کرنا ضروری ہے، بس اگر کسی کی ملکیت میں اموال زکوٰۃ بالکل موجود نہیں لیکن زائد از ضرورت اشیاء نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت) کی مقدار میں ہیں، یا اموال زکوٰۃ مقدار نصاب سے کم مالیت کے ہیں لیکن زائد از ضرورت اشیاء کو ملانے سے ان کی مجموعی مالیت نصاب کو پہنچ جاتی ہے تو ان دونوں صورتوں میں صدقۂ فطر اداء کرنا واجب ہے۔ (الجوہرۃ النیرۃ: ۱/۱۷۰)

لوگوں میں ایک بات مشہور ہے کہ صدقۂ فطر کی ادائیگی صرف اس شخص پر واجب ہے جو روزے رکھے۔ سو اس کی کوئی اصل نہیں۔ صدقۂ فطر ہر صاحب نصاب مسلمان پر واجب ہے۔ (نصاب کی تفصیل اوپر لکھ دی گئی) خواہ اس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں اور روزہ نہ رکھنا کسی عذر سے ہو یا بلا عذر،

صدقۂ فطر بہر صورت اس پر واجب ہے۔ (بدائع الصنائع: ۲/۷۰)

صدقۂ فطر کب واجب ہوتا ہے؟

صدقۂ فطر عید الفطر کی صبح صادق کے وقت واجب ہوتا ہے، لہٰذا صبح صادق سے پہلے جو بچہ پیدا ہوا یا کافر مسلمان ہوگیا یا فقیر مالدار ہوگیا تو ان پر صدقۂ فطر واجب ہے۔

اسی طرح صبح صادق کے بعد جو شخص فوت ہوا یا مالدار فقیر بن گیا اس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے۔ اس کے برعکس جو شخص صبح صادق سے پہلے فوت ہوگیا یا مالدار فقیر بن گیا تو ان پر صدقۂ فطر واجب نہیں، اسی طرح صبح صادق کے بعد جو بچہ پیدا ہوا یا کافر مسلمان ہوا تو ان پر بھی واجب نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیریہ: ۱/۱۹۲)

صدقۂ فطر کب اداء کیا جائے؟

مستحب تو یہ ہے کہ صدقۂ فطر نماز عید سے پہلے اداء کردیا جائے تاکہ غریب اور نادار مسلمان بھی مالداروں کے ساتھ عید کی خوشی میں شریک ہوں، لیکن کسی نے ادائیگی میں تاخیر کردی تو صدقۂ فطر اس سے ساقط نہ ہوگا، عمر بھر اس کے ذمہ واجب رہے گا، جب بھی اداء کرے یہ اداء ہی ہوگا نہ کہ قضاء۔ اگر اداء کئے بغیر موت کا وقت آ گیا تو وصیت کرنا واجب ہے، جو تہائی ترکہ میں نافذ ہوگی۔ وصیت نہ کرنے کی صورت میں ورثہ کے ذمہ کچھ نہیں، ہاں بالغ ورثہ تبرعاً اداء کریں تو درست ہے۔ (ردالمحتار: ۳/۳۵۸)

صدقۂ فطر واجب ہونے کے بعد ادائیگی میں سستی کی حتیٰ کہ مال ضائع ہوگیا تو بھی صدقۂ فطر ذمہ میں واجب رہے گا، بخلاف زکوٰۃ وعشر کے کہ وہ مال تلف ہونے کی صورت میں ساقط ہوجاتے ہیں۔ (الجوہرۃ النیرۃ: ۱/۱۷۴)

صدقۂ فطر کس کی طرف سے واجب ہے؟

صدقۂ فطر اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے اداء کرنا واجب ہے، نابالغ بچوں میں کوئی صاحب نصاب ہے تو فطرانہ اسی کے مال میں سے دیا جائے اور یہی حکم مجنون اولاد کا ہے۔ (ہدایہ مع فتح القدیر: ۲/۲۲۰)

درج ذیل رشتہ داروں کی طرف سے صدقۂ فطر اداء کرنا واجب نہیں:

بیوی، بالغ اولاد، والدین، بہن، بھائی و دیگر اعزہ گو کہ اس کے عیال میں ہوں (اس کے زیر کفالت ہوں) البتہ اپنی بالغ اولاد اور بیوی کا صدقہ ان سے اجازت لئے بغیر بھی اداء کردیا تو اداء ہوجائے گا، بشرطیکہ بالغ اولاد اس کے عیال میں ہو، ورنہ صدقہ اداء نہ ہوگا اور باقی رشتہ داروں میں کسی کی طرف سے بھی بلا اجازت اداء کرنے سے اداء نہ ہوگا۔ (فتاویٰ عالمگیریہ: ۱/۱۹۲)

نابالغ فقیر بچوں کا باپ نہ ہو یا تنگدست ہو تو دادا باپ کے قائم مقام ہے، یعنی اس پر واجب ہے کہ اپنا اور اپنے پوتوں پوتیوں کا فطرانہ اداء کرے۔ (ردالمحتار: ۲/۳۶۲)

لیکن ماں کے ذمہ بچوں کا فطرانہ نہیں، خواہ وہ مالدار ہی ہو۔ (ردالمحتار: ۲/۳۶۱)

نابالغ اور مجنون اگر صاحب نصاب تھے اور ان کے سرپرست نے ان کے مال سے صدقۂ فطر اداء نہ کیا تو بالغ ہونے پر اور جنون زائل ہونے پر دونوں کے ذمہ گزشتہ سالوں کا صدقۂ فطر اداء کرنا واجب ہے۔ ہاں اگر یہ دونوں صاحب نصاب نہ تھے اور ان کے سرپرست نے بھی ان کی طرف سے اداء نہ کیا تو ان کے ذمہ کچھ نہیں۔ (بدائع الصنائع: ۲/۹۲)

صدقۂ فطر کی مقدار:

اگر صدقۂ فطر میں گندم، جو، کھجور اور کشمش چار اجناس میں سے کوئی جنس اداء کرنا چاہیں تو وزن کا لحاظ ضروری ہے، یعنی گندم سے اداء کریں تو نصف صاع اور جو، کھجور، کشمش سے اداء کریں تو ایک صاع ہے، گندم اور جو کے آٹے یا ستو کا بھی وہی حکم ہے جو گندم اور جو کا ہے، بقیہ اجناس (مکئی، باجرہ، چاول وغیرہ سے اگر فطرانہ اداء کرنا چاہیں تو وزن کا اعتبار نہیں بلکہ قیمت کا لحاظ ضروری ہے، یعنی ان کی قیمت نصف صاع گندم یا ایک صاع جو یا کھجور یا کشمش کی قیمت کے برابر ہو، وزن خواہ اس سے زیادہ ہو یا کم۔ لہٰذا کسی نے کم قیمت کھجوروں کے ایک صاع کی جگہ اس کی قیمت کے مساوی نصف صاع عمدہ کھجور اداء کی تو جائز نہیں۔ اسی طرح اگر کسی نے مکئی، باجرہ یا چاول کا ایک صاع اداء کیا مگر اس کی قیمت نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور وغیرہ کی قیمت سے کم تھی تو جائز نہیں۔ (ردالمحتار: ۲/۳۶۴)

نصف صاع کی مقدار:

بعض علماء کے قول کے مطابق نصف صاع پونے دو کلو کا اور صاع ساڑھے تین کلو کا ہوتا ہے، جبکہ بعض علماء کی تحقیق کے مطابق نصف صاع سوا دو کلو اور صاع ساڑھے چار کلو کا ہوتا ہے۔ مفتی اعظم حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق بھی یہی ہے اور اس میں احتیاط بھی ہے، کیونکہ اس تحقیق پر عمل کرنے میں صدقۂ فطر کی ادائیگی یقینی ہے، اور عبادات میں احتیاط پر ہی عمل کرنا چاہئے۔

جنس یا قیمت:

فطرانہ میں چاہیں یہی اشیاء اداء کریں، چاہیں بصورت نقد ان کی قیمت اداء کریں، ہر طرح جائز ہے، بلکہ نقد کی صورت میں اداء کرنا اس لحاظ سے بہتر ہے کہ اس سے فقیر اپنی ہر ضرورت پوری کرسکتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیریہ: ۱/۱۹۱)

بازار میں راشن کے آٹے کا بھاؤ کم اور گیہوں کا بھاؤ زیادہ ہوتا ہے۔ ایسے میں صدقۃ الفطر کے لئے گیہوں کی قیمت اداء کریں، آٹے کی قیمت گیہوں سے کم ہو تو آٹا یا اس کی قیمت دینے سے صدقۃ الفطر اداء نہ ہوگا۔

(احسن الفتاویٰ: ۴/۳۸۴)

صدقۂ فطر کا مصرف کون؟

صدقۃ الفطر کا مصرف ہر وہ شخص ہے جو مصرف زکوٰۃ ہے۔ (ردالمحتار: ۲/۳۶۹) یعنی جس کی ملک میں سونا، چاندی، مال تجارت، نقدی اور زائد از ضرورت اشیاء میں سے کوئی چیز نہ ہو یا ہو لیکن بقدر نصاب (۵۲،۵ تولہ چاندی کی قیمت) سے کم ہو۔

امام کو زکوٰۃ وصدقۂ فطر دینا

سوال: ہمارے ہاں امام مسجد حافظ وقاری ہیں، رمضان کے اختتام پر مقتدی انہیں زکوٰۃ وفطرہ دیتے ہیں، کیا زکوٰۃ وصدقۂ فطر امام کو دینا اور امام کیلئے لینا جائز ہے؟ (فضل حق۔ کوہستان)

جواب: امام کو زکوٰۃ وصدقۂ فطر دینا دو شرطوں سے جائز ہے:

۱۔ امام مستحق زکوٰۃ ہو۔

۲۔ لوگ یہ رقم اسے امامت یا قرآن سنانے کی اُجرت کے طور پر نہیں بلکہ اداء زکوٰۃ وصدقۂ فطر کے طور پر دیتے ہوں۔

اگر امام مستحق زکوٰۃ نہیں، یا یہ رقم اسے اُجرت کے طور پر دی جاتی ہے تو امام کیلئے لینا جائز نہیں، لوگوں کی زکوٰۃ و صدقۂ فطر بھی اداء نہیں ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

صدقۂ فطر اور جہادی تنظیمیں:

سوال: صدقۂ فطر کہاں خرچ کیا جائے؟ کیا صدقۂ فطر جہادی تنظیموں اور مدارس کو دیا جاسکتا ہے؟

(جاوید۔ کراچی)

جواب: صدقۂ فطر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے، یعنی مساکین۔ لہٰذا جو مدارس اور جہادی تنظیمیں مستند علماء کی زیر نگرانی کام کررہی ہیں اور زکوٰۃ وصدقۂ فطر کو صحیح مصرف میں خرچ کرنے کا اہتمام کرتی ہیں، انہیں زکوٰۃ وصدقۂ فطر دیا جاسکتا ہے، بلکہ مدارس کے طلبہ اور مجاہدین کو دینے میں دین کی حفاظت و اشاعت کا اجر بھی ملے گا۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

شهر رمضان الذي انزل فيه القرآن هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان

صرف عامۃ المسلمین کے تعاون سے

چار سالوں میں دو ارب کی فلاحی خدمات پیش کرنے والا اوّلین ادارہ

الرشید ٹرسٹ

الرشید ٹرسٹ ہی کیوں ؟ اس لئے کہ

- الرشید ٹرسٹ کے ہر شعبے میں علماءِ دین کی زیرِ نگرانی پیشہ ور ماہرین تکنیکی مہارتوں اور تجربوں کے بَل بوتے پر اعلیٰ معیار کے ساتھ خدمات درجۂ کمال تک پہنچانے کے لیے شب و روز مصروفِ عمل ہیں۔
- الرشید ٹرسٹ کے حسابات شفاف، طریقِ کار سہل، آسان اور نتائج ٹھوس اور واضح حقائق و شواہد کے ساتھ نظر آتے ہیں۔
- الرشید ٹرسٹ اپنے احسن انتظام، اعلیٰ معیار اور سادہ طریقِ کار کے ساتھ فقید المثال کارناموں اور خدمات میں تسلسل کے لیے جانا جاتا ہے۔
- الرشید ٹرسٹ اُمت کا درد رکھنے والے کرم فرماؤں کے غیر متزلزل اعتماد کا امین اور غم خوار مسلمانوں کے پُر خلوص ایثار اور جذبوں کا سچا سفیر ہے۔

مہاجرین، طلبہ کرام، معذورین، بیواؤں، یتیموں اور آفت زدہ مسلمانوں کی امداد کے لئے زکوٰۃ، صدقات اور عطیات الرشید ٹرسٹ کے مرکزی دفتر اور تمام ذیلی شاخوں میں جمع کرائے جاسکتے ہیں ● الرشید ٹرسٹ کو دیئے جانے والے تمام عطیات انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں۔

"الرشید ٹرسٹ" کے معاون بنیں۔ دامے، درمے، سخنے، عالم اسلام کے دکھ درد بانٹنے میں اپنا کردار ادا کریں

کیش چیک بھی جمع کروائے جاسکتے ہیں

الرشید ٹرسٹ کی جانب سے ضروری گزارشات

- الرشید ٹرسٹ کے کسی بھی دفتر میں رسید کے بغیر عطیات لینے کی قطعاً اجازت نہیں۔
- الرشید ٹرسٹ کے صرف دفاتر کو عطیات لینے کی اجازت دی گئی ہے، دفتر سے باہر کسی بھی رکن کو عمومی یا خصوصی طور پر عطیات لینے کا نہ تو اختیار ہے نہ ہی ٹرسٹ کی طرف سے کوئی فرد یا افراد ٹرسٹ کے لئے عطیات کی ترغیب پر مامور ہیں۔
- بعض حضرات اپنے مخصوص حلقہ احباب میں اپنے طور پر عطیات جمع کر کے الرشید ٹرسٹ کو دیتے ہیں یہ ان کا اپنا اخلاص اور اپنا عمل ہے، ایسے حضرات دیگر ہزاروں معاونین کی طرح ہی ہیں، نہ کہ ٹرسٹ کے باضابطہ رکن، لہٰذا ٹرسٹ اسی رقم کا مسئول ہوگا جو اس تک پہنچے گی نہ کہ پہنچانے والے کا۔
- بعض لوگ ضرب مومن کی ایجنسیوں کو اس خیال سے کہ یہ الرشید ٹرسٹ سے مربوط ہیں رقوم جمع کراتے ہیں ایسی صورت میں ٹرسٹ صرف اپنے دفاتر کا ذمہ دار ہوگا نہ کہ ایجنسیوں کا لہٰذا عطیات دینے والے اپنے اعتماد پر دیں نہ کہ محض ضرب مومن کی ایجنسی کے مالک ہونے پر۔
- الرشید ٹرسٹ یا ضرب مومن کی طرف سے وقتاً فوقتاً دعوت و تبلیغ کے وفود بھیجے جاتے ہیں ایسے وفود کو بھی الرشید ٹرسٹ کے لئے خصوصی ترغیب یا عطیات وصول کرنے کی اجازت نہیں